يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ (شامل) ہو جاؤ۔ (القرآن)

# فضائلِ اعمال کی

# فضیلت اور اہمیت

یعنی

## شیخ الطریقت والشریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی

شاہ کار تصنیف فضائل اعمال کا علمی اور تحقیقی جائزہ

**ترتیب جدید مع اضافہ از قلم**


شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور



**ناشر**



جملہ حقوق محفوظ ہیں



| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | فضائل اعمال کا علمی اور تحقیقی جائزہ |
| مولف | : | مولانا ابوحفصہ عبداللہ سلفی |
| ترتیب جدید مع اضافہ | : | فضائل اعمال کی فضیلت اور اہمیت |
| از قلم | : | حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی |
| کتابت وتزئین | : | حبان گرافکس بنگلور |
| باہتمام | : | |
| تعداد | : | گیارہ (۱۱۰۰) سو |
| قیمت | : | |
| ناشر | : | |


**مرتب کا مکمل پتہ**


**RAHEEMI SHIFA KHANA**

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,

Nayandhalli Post, Maysore Road

BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72

www.raheemishifakhana.com

E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

# حروفِ حبانی

**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم اَمَّا بَعْد!**

تمام تعریفیں اس اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا صناعِ عظیم ہے جو اکیلا ہے جس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں ہے وہ ''علی کل شئی قدیر'' ہے۔ درود وسلام ہو اس محبوبِ رب العالمین پر جس کی برکت سے کائنات کا اندھیرا دُور ہوا۔ اور جس کو صناعِ عالم نے رحمۃ اللعلمین کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

اور محسن کائنات تاجدار مدینہ امام الانبیاء محبوب کبریا فخر دو عالم شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وارثِ حقیقی یعنی علمائے ربانیین پر بھی ہزاروں رحمتیں نازل ہوں کہ جو اس کائنات ارضی پر اسلام کی حقانیت کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرنے کیلئے ہمہ وقت فکرمند رہتے ہیں اور کھرا کھوٹہ الگ الگ کر کے پیش کرتے رہتے ہیں۔ خیر القرون سے قیامت تک ایسے علمائے حقانی موجود رہیں گے جو اسلام کو ایک شفاف آئینہ کی طرح پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہیں گے۔



# دین کے نام پر خرافات

زمانۂ نبوت کے بُعد کی وجہ سے آج کے دور میں جہاں بے شمار خرافات اور خرابات دین و مذہب کے نام پر رائج ہیں ان میں مسالک کے اختلافات بھی امت کے لئے ایک عذاب سے کم نہیں ہیں۔ کم پڑھے لکھوں کی بات کیا، اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بعض اوقات علماء بھی تذبذب کا شکار ہوجاتے ہیں۔ وہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ حق کیا ہے؟ آج کے دور میں مسالک کی شدت نے عمل کی روح نکال کر رکھدی ہے۔ ہر مسلک والے اپنا مسلک صحیح گردانتے ہیں اور دوسرے مسالک کے علماء کی خواہ مخواہ میں ہجو کرتے ہیں بالفاظ دیگر ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔ علماء، محدثین و داعیانِ اسلام کے مابین ان مسالک نے خطِ دیوار ہی نہیں بلکہ نفرت کی دیوار کھینچ دی ہے۔ جو ایک بڑا المیہ ہے۔

## ایک بڑی مبارک خدمت ہے

ایسے ماحول میں کہ جہاں ہر شخص اپنے مسلک کو کھرا ثابت کرنے میں لگا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی شخصیت پیدا فرمائی کہ جنہوں نے ''مسالک'' کے ''م'' کو ہٹا کر صرف ''سالک'' کی نظر سے اپنے نورانی قلم کی ضیا پاشی سے ''نفرت کی دیوار'' کو یکسر مٹانے کی کوشش کی ہے۔ اور بغض وعناد کا چشمہ لگا کر جن لوگوں نے برسوں سے ''فضائلِ اعمال'' جیسے پاکیزہ مجموعۂ احادیث کو اپنے پراگندہ پروپیگنڈے سے گوشۂ گمنامی میں پہونچانے کے لئے تمام تر ناکام کوششیں کی ہیں۔ ان کو فضیلت الشیخ عالم ربانی حضرت مولانا ابوحفصہ محمد عبداللہ السّلفی حفظہ اللہ تعالیٰ المدینۃ المنورہ نے آئینہ دکھلا کر ثابت کردیا ہے کہ عالم کسی بھی مسلک کا کیوں نہ ہو اسے ہر ایسے حق کی تائید

کرنی چاہیے جو درحقیقت ''حق'' ہو اور بغیر کسی لالچ، اور بغیر کسی غرض کے اس حق کا دفاع بھی کرنا چاہیے جس کو وہ حق سمجھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا موصوف کو کہ انہوں نے فضائل اعمال کا علمی اور تحقیقی جائزہ قلمبند فرما کر حدیث کی ایک بڑی مبارک خدمت انجام دی ہے۔

## طبع کرنے کی اجازت

یہ کتاب میرے پاس بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی حفظہ اللہ قاسمی ثم مدنی نے بدست حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب قاسمی امام وخطیب مسجد معمور کورمنگلہ بنگلور ارسال فرمائی۔

ناچیز نے اس کو دیکھا تو خیال آیا کیوں نہ اس کو عام کیا جائے تاکہ مسلک کی بے جا دیوار کو ہٹا کر حق کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ میں نے مفتی صاحب سے رابطہ قائم کیا اور اس کو مزید کچھ اضافہ کے ساتھ ہندوستان سے شائع کرنے کی اجازت طلب کی تو مولانا موصوف نے بنفسِ نفیس اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔

## حضرت شیخ کی مقبولیت

گنگوہ شریف میں قیام کے دوران ایک مرتبہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد محترم بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود نبیرہ حضرت گنگوہی کے پاس تشریف لائے۔ آمد کی پہلے سے اطلاع تھی اس لئے حکیم صاحب سراپا نظریں بچھائے منتظر تھے۔ پالکی میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو حکیم صاحب کے مطب میں لایا گیا۔ شیخ کی خصوصی خاطر تواضع کا اہتمام تھا۔ بندۂ ناچیز نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حکیم صاحبؒ جب بھی شیخ کو پکارتے تو شیخ الحدیث کو فوراً جواب میں کہتے



''لبیک یا سیدی'' چونکہ حکیم صاحب مولانا گنگوہی کے نبیرہ اور شیخ الحدیث مولانا گنگوہی کے مرید خاص حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کے فرزندِ ارشد تھے۔ ہر چند کہ شیخ کا مقام اس وقت پورے ایشیاء میں بلند تھا لیکن اس کے باوجود شیخ اپنے پیرزادے کی توقیر کے لئے ہر آواز پر یہی فرماتے ''لبیک یا سیدی'' یہ وہ زمانہ تھا کہ پوری دنیا سے اہل ایمان کشاں کشاں مظاہر علوم سہارنپور کا رخ کرتے اور وہاں پہونچ کر کئی کئی گھنٹوں تک انتظار کر کے لائن میں لگ لگ کر کھڑے کھڑے شام کر دیتے کہ کسی طرح شیخ الحدیثؒ سے مصافحہ کا شرف حاصل ہو جائے۔ بعض اوقات دو ہزار تین ہزار اور بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ لوگ لائن سے مصافحہ کرتے تھے۔ شیخ الحدیثؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ زمانۂ قریب کے کسی شیخ کو ایسی مقبولیت نہ مل سکی۔ تاریخ میں شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کا ذکر ملتا ہے کہ آپ اپنی خانقاہ کی چھت پر بیٹھ جاتے اور اپنا عمامہ اوپر سے نیچے کی طرف لٹکا دیتے، لوگ آتے اور عمامہ سے اپنا ہاتھ مس کر لیتے اور چلے جاتے یہ سلسلہ آٹھ آٹھ دن چلتا تھا۔ کچھ ایسی ہی مقبولیت کا نمونہ شیخ الحدیثؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اکابر کی برکات سے عطا فرمایا تھا۔

## تبلیغی جماعت کی تخصیص

بہر حال تبلیغی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جس میں بہت سے مسالک کے لوگ لگے ہیں اور کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ ان میں شوافع بھی ہیں۔ حنبلی بھی، حنفی بھی ہیں اور جماعتِ اسلامی کے بھی، اہل حدیث بھی اس کام میں لگے ہیں۔ اور غیر مقلدین بھی، غرض ہر مسلک کا مسلمان اس جماعت سے جڑا ہوا ہے۔

اور فضائل اعمال کی خصوصیت بھی یہی ہے کہ اس میں مسائل کو نہیں مسالک کو نہیں بلکہ فضائل کو برائے ترغیب بیان کیا گیا ہے تاکہ ان فضائل کی برکت سے

اعمالِ صالحات کی توفیق مل جائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور دعوت وتبلیغ کے اس مبارک عمل کو تا قیامت باقی رکھے۔ آمین ثم آمین!

خادم

آستانہ حضرت حاذق الامتؒ

**محمد ادریس حبان رحیمی بنگلور**

۱۸/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

مطابق ۲۵/ستمبر ۲۰۱۳ء بروز چہار شنبہ



# فضائلِ اعمال کے ماخذ

| | |
|---|---|
| ۱۔ بخاری شریف | ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیمؒ۔ م ۲۵۸ھ |
| ۲۔ فتح الباری | ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ۔ م ۸۵۲ھ |
| ۳۔ اسد الغابہ | علامہ ابن اثیر جرزیؒ۔ متوفی ۶۳۰ھ |
| ۴۔ درمنثور | علامہ جلال الدین سیوطی۔ م ۹۱۱ھ |
| ۵۔ خصائص کبریٰ | علامہ سیوطیؒ۔ متوفی ۹۱۱ھ |
| ۶۔ تاریخ خمیس | شیخ حسین محمد ابن الحسنؒ م ۹۶۶ھ |
| ۷۔ بیان القرآن | حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ م ۱۳۶۲ھ |
| ۸۔ جمع الفوائد | محمد بن محمد بن سلیمان۔ م ۱۰۹۴ھ |
| ۹۔ تاریخ الخلفاء | علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی۔ م ۹۱۱ھ |
| ۱۰۔ اشہر مشاہیر اسلام | رفیق بک العظم |
| ۱۱۔ مشکوٰۃ شریف | ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ العمری۔ م ۷۳۷ھ |
| ۱۲۔ احیاء العلوم | حجۃ الاسلام امام غزالی۔ م ۵۰۵ھ |
| ۱۳۔ مسلم شریف | ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری۔ م ۲۶۱ھ |

| | |
|---|---|
| ۱۴۔ قیام اللیل | ابونصر محمد بن احمد بن علی مروزی۔ م ۲۸۴ھ |
| ۱۵۔ ترمذی شریف | ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی۔ م ۲۷۹ھ |
| ۱۶۔ شمائل ترمذی | ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی۔ م ۲۷۹ھ |
| ۱۷۔ تذکرۃ الحفاظ | شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی۔ م ۷۴۸ھ |
| ۱۸۔ بذل المجہود | حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی۔ م ۱۳۴۶ھ |
| ۱۹۔ شفا | قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی۔ م ۵۴۴ھ |
| ۲۰۔ ابوداود شریف | ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔ م ۲۷۵ھ |
| ۲۱۔ مؤطا امام مالک | ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک۔ م ۱۷۹ھ |
| ۲۲۔ کتاب الاموال | امام ابوعبید القاسم بن سلّام |
| ۲۳۔ اقامۃ الحجۃ | حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی |
| ۲۴۔ بیہقی | ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی۔ م ۴۵۸ھ |
| ۲۵۔ درایہ | حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ |
| ۲۶۔ اصابہ | حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی۔ م ۸۵۲ھ |
| ۲۷۔ قرۃ العیون | شیخ ابواللیث سمرقندی۔ م ۶۰۶ھ |
| ۲۸۔ تفسیر عزیزی | حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی۔ م ۱۲۳۹ھ |
| ۲۹۔ طبقات | محمد بن سعد کاتب الواقدی۔ م ۹۰۳ھ |
| ۳۰۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ | عبداللہ بن مسلم ابن قیتبہ۔ م ۲۷۰ھ |
| ۳۱۔ تلقیح فہوم اہل الاثر | جمال الدین عبدالرحمٰن بن اجوزی۔ م ۵۹۷ھ |
| ۳۲۔ مسند احمد | ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبلؒ۔ م ۲۴۱ھ |
| ۳۳۔ مقدمہ اوجز المسالک | حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ |
| ۳۴۔ ابن ماجۃ | ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی۔ م ۲۷۳ھ |



| | |
|---|---|
| ۳۵۔ سنن دارمی | ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی دارمی۔ م ۲۵۵ھ |
| ۳۶۔ استیعاب | حافظ ابن عبدالبر مالکی۔ م ۴۶۳ھ |
| ۳۷۔ طبرانی | ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب۔ م ۳۶۰ھ |
| ۳۸۔ نسائی | ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی۔ م ۳۰۳ھ |
| ۳۹۔ الترغیب والترہیب | ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری۔ م ۶۵۶ھ |
| ۴۰۔ ابن حبان | ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان۔ م ۴۰۵ھ |
| ۴۱۔ مستدرک حاکم | ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد۔ م ۴۰۵ھ |
| ۴۲۔ الزواجر | امام ابن حجر المکی الھیثمی۔ م ۹۷۳ھ |
| ۴۳۔ مسند بزار | ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار۔ م ۲۹۲ھ |
| ۴۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ | ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ۔ م ۲۳۵ھ |
| ۴۵۔ مسند ابویعلی | احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی۔ م ۳۰۷ھ |
| ۴۶۔ سنن دارقطنی | ابوالحسن علی بن عمر بن احمد۔ م ۳۸۵ھ |
| ۴۷۔ شرح السنۃ | حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی۔ م ۵۱۶ھ |
| ۴۸۔ حلیۃ الاولیاء | حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی۔ م ۴۳۰ھ |
| ۴۹۔ رحمۃ المہداۃ | علامہ ابوالخیر نورالحسن خاں الحسینی |
| ۵۰۔ کنز العمال | علامہ علی متقی برہانپوری۔ م ۹۷۵ھ |
| ۵۱۔ مسند ابن خزیمہ | ابوبکر محمد بن اسحاق ابن خزیمہ۔ م ۲۱۱ھ |
| ۵۲۔ مسند الفردوس | ابومنصور الدیلمی |
| ۵۳۔ مسند ابوعوانۃ | یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نیشاپوری |
| ۵۴۔ زاد السعید فی ذکر النبی الحبیب | حضرت اقدس تھانویؒ۔ م ۱۳۶۲ھ |
| ۵۵۔ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع | علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر السخاوی شافعی۔ م ۹۰۲ھ |

| | |
|---|---|
| ۵۶۔روض الفائق | شیخ شعیب الحریفیش |
| ۵۷۔نزہۃ البساتین | ابومحمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی |
| ۵۸۔حرز ثمین فی مبشرات النبی الامین | مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔م ۱۱۷۶ھ |
| ۵۹۔یوسف زلیخا | مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ |
| ۶۰۔قصائد قاسمی | قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی |
| ۶۱۔احکام القرآن | حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص۔م ۳۷۰ھ |
| ۶۲۔عینی شرح بخاری | بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی۔م ۸۵۵ھ |
| ۶۳۔مرقات شرح مشکوٰۃ | علامہ نورالدین علی بن سلطان محمد ہروی۔م ۱۰۱۴ھ |
| ۶۴۔مظاہر حق | نواب قطب الدین خاں بہادر۔م ۱۲۸۹ھ |
| ۶۵۔فتاویٰ عالم گیری | ازعلمائے ہندوستان درعہد حضرت عالمگیرؒ |
| ۶۶۔عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد | شیخ ابوعبدالرحمٰن شرف الحق المعروف بہ محمود اشرف عظیم آبادی م ۱۳۲۶ھ |
| ۶۷۔تنبیہ الغافلین | شیخ ابواللیث سمرقندی۔م ۶۰۶ھ |
| ۶۸۔جمل | شیخ سلیمان الجمل |
| ۶۹۔حصن حصین | شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری الشافعی۔م ۸۲۳ھ |
| ۷۰۔مجمع الزوائد | حافظ نورالدین الھیثمی۔م ۸۰۷ھ |
| ۷۱۔کوکب الدری | حضرت شیخ |
| ۷۲۔حجۃ اللہ البالغہ | سند ہند شاہ ولی اللہ صاحب۔م ۱۱۷۶ھ |
| ۷۳۔مقاصدِ حسنہ | شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی۔م ۹۰۲ھ |
| ۷۴۔جامع الصغیر | ابوالفضل عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی۔م ۹۱۱ھ |
| ۷۵۔تفسیر کبیر | عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر۔م ۷۷۴ھ |



| | |
|---|---|
| ۷۶۔تفسیر خازن | علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم۔م ۷۴۱ھ |
| ۷۷۔اتحاف السادۃ المتقین | سید محمد ابن محمد الحسینی الزبیدی۔م ۱۲۰۵ھ |
| ۷۸۔مستدرک حاکم | ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری۔م ۴۰۵ھ |
| ۷۹۔ارواحِ ثلاثہ | ترتیب مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مظاہری |
| ۸۰۔تہذیب التہذیب | شیخ الاسلام احمد بن علی حجر عسقلانی۔م ۸۵۲ھ |
| ۸۱۔مسامرات | شیخ اکبر ابن عربی |
| ۸۲۔روض الریاحین | شیخ عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی |
| ۸۳۔مشیر العزم | جمال الدین عبدالرحمٰن بن الجوزی۔م ۵۹۷ھ |
| ۸۴۔الکامل | عزیز الدین علی بن محمد المعروف با ابن اثیر جزری۔م ۶۳۸ھ |

’’قارئین کرام درج بالا حوالہ جات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر عرق ریزی اور مساعیٔ جمیلہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے انمول موتی چنے ہیں بلا شبہ اتنی کثیر کتب کا مطالعہ کر کے ان میں سے خصوصی واقعات یا مضامین کا انتخاب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی شغف ہے۔‘‘

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی بنگلور

بحمد اللہ تعالیٰ ''فضائلِ اعمال کی فضیلت اور اہمیت'' کا

# انتساب اور ثواب

عموماً ان داعیان اسلام کے نام کہ جنھوں نے اپنی زندگیاں احیاءِ اسلام کے لئے صرف کردیں اور خصوصاً ان حضرات کے نام کہ جنھوں نے بنگلہ والی مسجد سے اٹھنے والی تحریک ''یعنی تبلیغی جماعت کے اکابر'' اور ذمہ داران کے ساتھ مل کر قدم بہ قدم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تحریک کو اپنا نصب العین بنالیا، آج دنیا کے چپے چپے اور کونے کونے میں اس جماعت کے افراد موجود ہیں جو خشوع اور خضوع سے دعوتِ الی اللہ کو عام کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

**جزاکم اللہ خیراً فی الدارین واحسن الجزاء.**

محمد ادریس حبان رحیمی

خانقاہ رحیمی بنگلور

۱۸/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

مطابق ۲۵/ستمبر ۲۰۱۳ء بروز چہارشنبہ



## شیخ الحدیث حضرت مولانا

# محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

عالم اسلام اور دنیائے انسانیت کی عظیم علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 11 رمضان المبارک 1315ھ، 2 فروری 1898ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی انڈیا میں ہوئی۔

ابتدائی دینی ومذہبی تعلیم اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور چچا جان مولانا محمد الیاس کاندھلوی سے حاصل کی۔ 1329ھ/1911ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر اپنی دینی ومذہبی تعلیم مکمل کرکے 1334ھ/1916ء میں سند فراغت پائی اور پھر اسی جامعہ مظاہر علوم میں یکم محرم الحرام 1335ھ/29 اکتوبر 1916ء میں استاذ بنائے گئے۔ اور چند سال بعد ہی آپ نے حدیث شریف کی بڑی کتابوں کا درس دینا شروع کردیا۔

آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی اپنے زمانے کے بڑے عالم دین اور تحریک آزادئ ہند کے زبردست مجاہد اور قائدین میں تھے۔ تحریک خلاف

میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں، تحریک آزادئ ہند کے سلسلہ میں چلنے والی زبردست تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں جس طرح شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کو گرفتار کر کے مالٹا بھیجا گیا ایسے ہی آپ کو بھی بمبئی پہنچنے پر گرفتار کر کے نینی تال جیل بھیجا گیا تھا اور پھر آپ زندگی بھر حکومت انگریز کے غیر وفاداروں میں شامل رہے۔

چنانچہ آزادئ ہند کی تاریخ میں انگریز انٹلی جینس افسران کی رپورٹ میں لکھے گئے یہ الفاظ آج تک محفوظ اور موجود چلے آرہے ہیں کہ!

"محمود حسن اور خلیل الرحمٰن (صحیح خلیل احمد) کے بارے میں یوپی سی، آئی، ڈی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان دونوں کو غیر وفادار سمجھا جاتا ہے۔

(تحریک ریشمی رومال، ترتیب حضرت مولانا سید محمد میاں، ص:202)

یہ ہی وہ مولانا خلیل احمد ہیں جنہوں نے مولانا محمد زکریا کی علمی اور روحانی تربیت فرما کر ان کو عمدہ اخلاق، بہترین کردار اور اعلیٰ وروشن دماغ کی ایک سلجھی ہوئی شخصیت بنا کر خلاف اور اجازت عطا کی تاکہ مولانا زکریا موصوف اپنے پیر و مرشد کے علمی وروحانی مشن اور مقصد کو آگے بڑھائیں اور پوری دنیا میں اس کو پھیلائیں۔

مولانا محمد زکریا موصوف نے اپنے پیر و مرشد مولانا خلیل احمد موصوف کی خواہش کے مطابق علمی اور روحانی دونوں لائنوں سے پوری دنیا میں اعلیٰ اقدار پر مشتمل روشن خدمات انجام دیں اور پوری دنیا میں ہندوستان کا نام بلند کیا۔

چنانچہ علمی لائن سے آپ نے پچپن (55) سال تک جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دینی و مذہبی تعلیم دے کر حدیث شریف کی کتاب سنن ابوداؤد شریف تیس (30) مرتبہ اور صحیح بخاری شریف اکتالیس (41) مرتبہ پڑھائی۔

اتنی طویل مدت تک حدیث شریف پڑھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جہاں آپ کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد آسمان علم و فضل کے



روشن ستارے بن کر دنیا سے جہل کی تاریکی دور نہ کر رہے ہوں اور دنیائے انسانیت کو علم وعمل اور فہم وبصیرت کی روشنی تقسیم نہ کر رہے ہوں۔

آپ کا امتیازی وصف چونکہ خدمت حدیث شریف رہا ہے اس لئے آپ کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تلامذہ بھی بطور خاص اسی مبارک واشرف فن کی اشاعت وخدمت میں مشغول ہیں۔

اگر ایک طرف آپ کے نامور تلامذہ نے ہندوستان میں دیوبند، سہارنپور، دہلی، کانپور، ہردوئی، الہ آباد، لکھنو، مرادآباد، جونپور، بمبئی، کلکتہ، گجرات، بہار، بنگال، آسام، کیرالہ، انڈومان اور مزید ملکی جغرافیائی سطح سے آگے بڑھ کر پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش، برما، نیپال، انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، زمبیا، کناڈا میں قدیم درس نظامی کی بنیادوں پر قائم علمی اداروں میں عالمانہ آداب ووقار کے ساتھ علمی جھنڈا بلند کئے رکھا تو دوسری جانب کتنی ہی ملی تنظیموں وتحریکوں، عصری تعلیم گاہوں اور جدید افکار وخیالات رکھنے والے سرکاری وغیر سرکاری اداروں وجامعات، جیسے شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دینی وتعلیمی کونسل لکھنو، دارالمصنفین اعظم گڑھ، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، جمعیۃ علماء ہند، مجلس دعوت الحق ہردوئی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، محکمہ امور مذہبی ریاست حیدرآبار، مدرسہ عالیہ کلکتہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، شعبۂ تاریخ ادبی سندھی بورڈ حیدرآباد پاکستان، معہد الاسلامی کراچی پاکستان، اسلامک فاؤنڈیشن ڈھاکہ بنگلہ دیش، وائس آف اسلامک پبلشنگ کمپنی رنگون برما، ادارہ تہذیب الاسلام مانڈلے رنگون، برما، اسلامک ریلجس آفیرس کونسل برما، مرکزی رویت ہلال کمیٹی برما، جمعیۃ علماء برما، دارالنشر العلمیہ جوہانس برگ افریقہ، ہیئۃ الدعوۃ والارشاد جامعہ ازہر قاہرہ مصر، لجنۃ التراث والتاریخ ابوظبی امارت عربیہ متحدہ، المرکز الاسلامی ری یونین فرانس، رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرمہ سعودی عرب جیسے وقیع اور باوزن اداروں،

تنظیموں اور تحریکوں میں بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے اور آپ سے علمی رشتہ استوار کرنے والے علماء وفضلاء دینی ومذہبی بیداری علم وحکمت کی آبیاری اور قرآن وسنت کی ضیاء پاشی وجلوہ ریزی میں مصروف مشغول ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ عالم کی دینی وملی رہنمائی اور سیاسی وفکری رہبری کا نازک اور اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ دنیا کے مختلف ملکوں جیسے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، زمبیا، کناڈا میں آپ کے نام پر بڑے بڑے علمی ادارے اور جامعات قائم ہیں جن میں ہزاروں طلبہ دینی ومذہبی علوم حاصل کررہے ہیں۔

آپ کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت ومحبوبیت بلندی اخلاق اور حسن اخلاص کی بناء پر تمام ہی مدارس کے ارباب اہتمام وانتظام آپ سے اپنے اپنے مسائل ومعاملات میں مسلسل رجوع کرتے رہتے، خصوصاً ہندوستان میں موجود جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنو مدرسہ شاہی مرادآباد جیسے اداروں کے ذمہ دار ارکان وارباب انتظام آپ سے مسلسل رابطہ میں رہتے اور آپ سے اپنے معاملات ومسائل میں متواتر صلاح ومشورے لیتے اور آپ اپنی خداداد بصیرت کے مطابق ان کی پوری پوری رہنمائی اور راہبری فرماتے تھے۔

پروردگار عالم کی جانب سے آپ کو گہرے علم کے ساتھ ساتھ مضبوط اور پختہ قلم بھی دیا گیا تھا، چنانچہ آپ نے اپنے قلم کی طاقت سے دنیا بھر میں ایک صالح انقلاب برپا کردیا اور اپنے قارئین کو اسلامی ومذہبی ذوق وشعور کی پختگی مرحمت فرمائی۔

آپ نے اپنی زندگی میں ایک سوتین (103) کتابیں تصنیف کیں، جن میں لامع الدراری علی جامع البخاری، الکوکب الدری علی جامع الترمذی، جزء حجۃ الوداع والعمرات، اوجز المسالک شرح موطا امام مالک، الابواب والتراجم للبخاری، التقریر



الرفیع لمشکاۃ المصابیح وغیرہ اپنی خداداد مقبولیت وقبولیت کی بناء پر عالمی وبین الاقوامی سطح پر پہنچ چکی ہیں۔ مذکورہ بالا تالیفات میں صرف ایک ہی تالیف اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کے درجنوں ایڈیشن ہندوستان وپاکستان، مصر، امارات عربیہ متحدہ، سعودی عرب اور لبنان سے وہاں کے جید علماء ومحدثین کی تحقیقات وتعلیقات کے بعد مسلسل شائع ہورہی ہے۔ بقیہ کتابوں کا اشاعتی وطباعتی ریکارڈ اس سے بھی کہیں فزوں تر ہے۔ **ذلک فضل الله یوتیه من یشاء۔**

یہاں پہنچ کر یہ ناچیز مقالہ نگار اپنے قارئین کو یہ خوشخبری سنانا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ سعودی عرب میں موجود آپ کے تلامذہ کی ایک جماعت حال ہی میں صحیح بخاری شریف پر آپ کی تمام علمی وفنی تحقیقات کو اٹھائیس (28) جلدوں میں مرتب کرکے الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری کے نام سے شائع کرچکی ہے۔ اور آج یہ کتاب عالم عرب کی بے حد مقبول اور پسندیدہ کتابوں میں شامل ہے۔

نامور علماء ومحدثین نے اس کتاب کو علم حدیث کی وقیع خدمت تسلیم کرکے اس پر اپنی تقریظات تحریر کیں، اور بہت سے علمی وتحقیقی مجلّات میں اس پر وقیع تبصرے شائع ہوئے۔

یہ وقیع اور عظیم علمی کام حضرت شیخ کے تلمیذ خاص وخلیفہ باختصاص فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ حفظہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مکۃ المکرّمہ سعودی عرب کی نگرانی اور توجہ سے پایہ تکمیل کو پہونچا ہے۔

آپ کی تمام ایک سوتین (103) تالیفات اپنے فن اور موضوع کے اعتبار سے اس طرح بھی شمار کی جاسکتی ہیں۔

علم تفسیر پر 2 کتابیں، علم حدیث پر 60 کتابیں، علم فقہ اور اصول فقہ پر 4 کتابیں، علم تاریخ وسیرت پر 22 کتابیں، علم تجوید وقرأت پر 2 کتابیں، علم نحو منطق

واقلیدس پر 3 کتابیں، علم سلوک واحسان پر 3 کتابیں، دفاع اسلام پر 4 کتابیں، متفرق مضامین پر 3 کتابیں، کل میزان 103 کتابیں ۔ اس مجموعۂ تالیفات میں سے اب تک تقریباً (40) کتابیں شائع ہو پائی ہیں۔ ان مطبوعات کے آج دنیا کی اکتیس (31) زبانوں میں ترجمے منتقل ہوکر پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں، اسی طرح دنیا بھر کے انیس (19) ممالک کے دوسو پندرہ (215) ادارے اور پریس آپ کی عربی واردو تصنیفات وتالیفات کی طباعت واشاعت میں مصروف ہیں۔

ان انیس (19) ممالک کے نام اور ان میں قائم یہ دوسو چھتیں (236) ادارے اس طرح ہیں: (۱) انڈیا میں 19 ادارے، (۲) امارت عربیہ میں 2 ادارے، (۳) انڈونیشیا میں 2 ادارے، (۴) امریکہ میں 1 ادارے، (۵) ایران میں 4 ادارے، (۶) بنگلہ دیش میں 13 ادارے، (۷) انگلینڈ میں 5 ادارے، (۸) پاکستان میں 79 ادارے، (۹) برما میں 4 ادارے، (۱۰) تھائی لینڈ میں 1 ادارے، (۱۱) پرتگال میں 1 ادارے، (۱۲) سعودی عرب میں 3 ادارے، (۱۳) جنوبی افریقہ میں 7 ادارے، (۱۴) فرانس میں 3 ادارے، (۱۵) شام میں 2 ادارے، (۱۶) لبنان میں 5 ادارے، (۱۷) کینیا میں 1 ادارے، (۱۸) مصر میں 6 ادارے، (۱۹) ملیشیا میں 5 ادارے، کل (19) ممالک میں 236 ادارے۔

اسی طرح آج ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، ایران، تاجکستان، ازبکستان، انڈونیشیا، انگلینڈ، افریقہ، امریکہ، کناڈا، ترکی، جاپان، زمبیا، فرانس، سری لنکا، فیلپائن، کمبوڈیا، کینیا، ملیشیا، پرتگال، سعودی عرب، مصر، شام جیسے چھبیس (26) ممالک کے ایک سو پینتالیس (145) علماء اور دانشوران آپ کی تصنیفات وتالیفات کی علمی خدمت وتحقیق اور ان کو دیگر زبانوں میں تراجم کے ذریعہ منتقل کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔



آپ کے دائرۂ قلم کی وسعت وآفاقیت پر بطور شاہدِ عدل آپ کی خالص دعوتی واصلاحی کتاب ''فضائل اعمال'' ہے اور جو نو کتابوں فضائل قرآن، فضائل رمضان، فضائل تبلیغ، حکایات صحابہ، فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل حج، فضائل صدقات اور فضائل درود شریف کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی گہرائی اور گیرائی کا یہ عالم ہے کہ ہندوستان وپاکستان کے اسّی (80) سے زائد ادارے اور کتب خانے اس کے اردو ایڈیشن سالہا سال سے طبع کررہے ہیں، اور اب اہل دانش وبینش کا تاثر یہ ہے کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا کی یہ کتاب قرآن شریف کے بعد دنیا بھر میں سب سے زیادہ پڑھی اور سنی جانے والی کتاب ہے، اور یقیناً دن ورات کے چوبیس گھنٹوں میں مشکل سے کوئی وقت ایسا گذرتا ہوگا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی خطے میں اس کتاب کا مطالعہ، مذاکرہ یا قرأت وسماعت نہ ہورہی ہو۔

یہ کتاب اپنی تاثیر وافادیت، حلاوت، وجاذبیت، ونورانیت، وروحانیت، زبان وبیان کی لطافت وسلاست دلنشیں تعبیر وتفہیم اور سب سے بڑھ کر اپنی خداداد قبولیت ومقبولیت کی بناء پر آج اس طرح پر پہنچ گئی ہے کہ مشرق ومغرب شمال وجنوب میں یہ دینی محاذ کی ایک شناخت اور پہچان بن گئی ہے اور لاکھوں لاکھ بندگان خدا کی زندگیوں کو مادیت سے روحانیت اور بے دینی سے دین کی طرف لانے میں اس کتاب نے بڑا مضبوط اور گہرا کردار ادا کرکے دین ومذہب کی محبت وعقیدت دلوں میں اتار کر خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے درمیان رشتوں کو مضبوط ومستحکم کیا۔

(ماہنامہ مظاہر علوم، اگست-2012ء)

☆☆☆

# فضائل اعمال کا علمی اور تحقیقی جائزہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ. اَمَّا بَعۡدُ.

بحمد اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ کی کتاب ’فضائل اعمال (اول اور دوم)‘ کو اللہ نے ان کے اخلاص کی برکت سے ایسی مقبولیت بخشی ہے کہ ساری دنیا میں ان کتابوں کو پڑھا جاتا ہے اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ دراصل کئی چھوٹی کتب کا مجموعہ ہے جو مختلف وقتوں میں لکھی گئی تھیں۔ مثلاً ’حکایاتِ صحابہ‘ (صفر-شوال ۱۳۵۷ھ)، ’فضائل تبلیغ‘ (صفر ۱۳۵۰ھ)، ’فضائل قرآن‘ (ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)، ’فضائل نماز‘ (صفر ۱۳۵۸ھ)، ’فضائل ذکر‘ (شوال ۱۳۵۸ھ)، ’فضائل صدقات‘ (شوال ۱۳۶۶ھ الی ۱۳۶۸ھ) وغیرہ وغیرہ۔ حضرت شیخ الحدیث ؒ کا علمی مقام قابل تعارف نہیں ہے۔ فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کے معروف و مشہور عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے ان کو القابات سے یاد کیا ہے: ”بقیۃ السلف حجۃ الخلف الشیخ العلامہ محمد زکریا الکاندھلوی شیخ الحدیث ؒ“ (’امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ، ص:۹۴)



اس رسالہ میں اس کتاب پر کیے گئے چند اعتراضات کا جائزہ اور ان کے مختصر جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے خود کتاب کی علمی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ ان اعتراضات کو عوام میں بہت ’علمی‘ رنگ دے کر پھیلایا جاتا ہے۔ جس سے سادہ لوح عوام گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس رسالہ کو تیار کرنے میں درج ذیل کتابوں کی مدد لی گئی ہے: ۱) مولانا لطیف الرحمٰن، بہرائچی کی کتاب ”تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال“۔

۲) مناظرِ اسلام، وکیل احناف مولانا الیاس گھمن دامت برکاتہم کا مقبول رسالہ ”فضائل اعمال پر اعتراضات کا علمی جائزہ“۔

۳) مولانا عبد اللہ معروفی، استاذ دار العلوم دیوبند کا رسالہ ”فضائل اعمال پر اعتراضات ایک اصولی جائزہ“۔

جو بھی حوالے دئے گئے ہیں وہ یا تو ان کتابوں پر اعتماد کر کے دئے گئے ہیں یا پھر حوالہ لکھ دیا گیا ہے، واضح رہے کہ اکثر بے جا اعتراضات اس قابل نہیں کہ ان کا جواب دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور ہدایت اور اطمینان کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

**اعتراض (۱)**: ’فضائل اعمال‘ اس وقت لکھی گئی جب شیخ الحدیث ؒ کا دماغ خراب تھا۔ خود حضرت لکھتے ہیں:

”صفر ۱۳۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں“۔

(حکایات صحابہ ”فضائل اعمال جلد اول“ ص:۷)

**جواب**: اول تو معترض نے دجل سے کام لیتے ہوئے اس عبارت کو پوری کتاب پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ بیماری کے ایام میں صرف ’حکایات صحابہ‘ لکھی گئی تھی جیسا کہ ہر کتاب کی تاریخ دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ معترض نے شیخ پر یہ الزام لگانے کی بھی ناکام کوشش کی ہے کہ ان کا دماغ خراب تھا (العیاذ باللہ) جب انہوں نے یہ کتاب لکھی (شائد خود معترض کا دماغ خراب ہے)۔ حالانکہ شیخ کا دماغ بالکل درست تھا اور بیماری کچھ اور تھی جس کی وجہ سے اس وقت کے طبیبوں نے دماغی کام سے روک دیا تھا۔ لیکن مرض کیا تھا، اس کی خود شیخ نے وضاحت کردی ہے۔ کہ وہ نکسیر کا مرض تھا۔ (دیکھئے 'آپ بیتی' ج:۱، ص:۶۷۱، 'کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات، ص:۲۵)

مزید یہ کہ ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ 'حکایاتِ صحابہ' میں کونسی بات ایسی ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو؟ اگر نہیں ہے تو وہ ہمارے شیخ کی کرامت کا اعتراف کرے! کہ بیماری کی حالت میں (وہ بھی بزعمِ معترض، دماغی بیماری!!) اتنا عمدہ رسالہ لکھ ڈالا، پس اگر وہ تندرست ہوتے تو کیسا لکھتے!

**اعتراض (۲)**: 'فضائل اعمال' ضعیف احادیث کا مجموعہ ہے اور ایسی حدیثوں کو نقل کرنا اور ان پر عمل جائز نہیں ہے۔

**جواب:** اس اعتراض کو بڑا 'علمی' سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ اصول کے خلاف ہے اور معترض کی جہالت کی دلیل ہے۔ اسلئے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل میں ضعیف (غیر موضوع) احادیث مقبول اور معتبر ہیں۔ بلکہ وہ فضائل کے علاوہ، متابعات اور شواہد میں بھی ان کو معتبر جانتے ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے''۔

(مقدمہ 'الاربعین'۔ اسی طرح دیکھیں 'الاذکار' ص:۸-۷)

ضعیف احادیث کو معتبر درج ذیل علماء نے بھی ذکر کیا ہے:

امام سیوطی رحمہ اللہ (تدریب الراوی، ج:۱، ص: ۲۹۸)، ملا علی قاری رحمہ اللہ (الموضوعات الکبری، ص: ۵، المرقاۃ، ج:۲، ص: ۳۸۱، فتح باب العنایہ، ج:۱،



ص:۴۹، وغیرہ)، علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (الکفایہ فی علم الروایہ، ص:۱۳۳)، امام حاکم نیساپوری رحمہ اللہ (المدخل الی کتاب الاکلیل، ص: ۲۹، مستدرک حاکم، ج:۱، ص: ۴۹۰)، امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (مقدمہ الجرح والتعدیل، ج:۲، ص:۳۰)، علامہ عراقی رحمہ اللہ (شرح الالفیہ، ج:۲، ص:۲۹۱)، امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (شرح علل الترمذی، ج:۱ص:۷۲-۷۴)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع فتاوی، ج:۱، ص:۶۵-۶۸، ج:۱۸، ص: ۶۵-۶۷، الاختیارات العلمیہ، ص:۱۰۰)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (الکفایہ للخطیب بغدادی رحمہ اللہ، ص:۱۳۳، ذم الکلام للہروی رحمہ اللہ، ج:۲، ص: ۱۷۹، 'شرح الکوکب المنیر، لابن نجار حنبلی رحمہ اللہ، ج:۲، ص:۵۷۳)، امام اوزاعی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء، لامام ذہبی، ج:۷، ص:۱۱۴)، امام شافعی رحمہ اللہ (فتح المغیث، لحافظ سخاوی رحمہ اللہ ج:۱، ص: ۲۷۰، اعلام الموقعین، لامام ابن قیم رحمہ اللہ ج:۱، ص:۳۲)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (المحلی، لابن حزم رحمہ اللہ ج:۳، ص:۱۶۱، 'اعلام الموقعین، لامام ابن قیم رحمہ اللہ، ج:۱، ص:۳۱-۳۲)، امام ابن الہمام رحمہ اللہ (فتح القدیر، ج:۲، ص:۱۳۹)، امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ (فتح المغیث، لحافظ سخاوی رحمہ اللہ ج:۱، ص: ۴۹۷، 'الکامل، لابن عدی رحمہ اللہ، ج:۱، ص: ۲۶۶)، امام بیہقی رحمہ اللہ (المدخل الصغیر، ص: ۳۷) امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (جامع بیان العلم، ج:۱، ص: ۲۲)، حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (علوم الحدیث، ص: ۹۳)، امام سخاوی رحمہ اللہ (فتح المغیث، ص: ۱۲۰)، امام ابن حجر الہیثمی رحمہ اللہ (الفتح المبین، ص: ۳۲)، امام ابن قدامہ رحمہ اللہ (المغنی، ج:۱، ص: ۱۰۴۴)، علامہ شوکانی رحمہ اللہ (نیل الاوطار، ج:۳، ص:۶۸) وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ دیگر علماء کا بھی معمول ضعیف احادیث میں یہ بتانا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ضعیف احادیث معتبر ہیں۔ مثلاً امام بخاری کی بعض کتابوں میں ضعیف احادیث ہیں۔ (دیکھئے خلق افعال العباد' 'جو کہ عقیدہ کی کتاب ہے نہ کہ فضائل!!!'

جزء رفع الیدین، اور جزء القرائۃ خلف الامام، ''جو احکام کی کتابیں ہیں نہ کہ فضائل !!!''، 'الادب المفرد، التاریخ الکبیر' اسی طرح بہت سی دوسری کتابیں ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ مثلاً: 'کتاب الصحیح' (امام ابن خزیمۃ رحمۃ اللہ علیہ)، 'کتاب الصحیح' (امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)، 'جامع ترمذی' (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)، 'المستدرک' (امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ)، 'الموطا' (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)، کتاب 'التمییز' (امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ)، 'کتاب الاسماء والصفات' (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ)، 'المنتقی' اور 'الکلم الطیب' (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام' (امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ)، 'مدارج السالکین' (امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ)، 'الکبائر' (امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)، سنن الدارقطنی' (امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ)، 'کتاب السنۃ' (حافظ ابی بکر الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ)، 'کتاب السنۃ' (امام ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ وغیرہ۔

حضرت شیخ نے بھی اس اصول کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع اور معمولی ضعف قابل تسامح ......''۔ (''فضائل نماز''، ص:۱۰۳)

لہٰذا شیخ پر اعتراض کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے ان سارے علماء پر اعتراض کرے، اس لئے کہ حضرت شیخ تو بہت بعد میں آئے ہیں۔ ان سے پہلے کتنوں نے اپنی کتابوں میں ضعیف روایات جمع کی ہیں۔ بلکہ ان بڑے بڑے علماء میں سے بعض نے تو اس پر اشارہ بھی نہیں کیا ہے۔ کہ ان کی کتاب میں ضعف احادیث بھی ہیں! بلکہ ان میں بعض کتابیں ایسی ہیں جن کے شروع میں صراحت کی گئی ہے کہ اس کتاب میں صرف صحیح حدیثیں ہیں!!!

**اعتراض (۳):** ''فضائل اعمال'' میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کا حضرت نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے اور بغیر حوالہ کے حدیث پیش کرنا بیکار ہے۔



**جواب:** معترض نے شائد 'فضائل اعمال' ٹھیک سے پڑھی نہیں ہے۔ اس لئے کے شیخ نے 'فضائل قرآن' (جو سب سے پہلے لکھی گئی تھی) میں فرمایا ہے:

''اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں 'مشکوٰۃ'، 'تنقیح الرواۃ'، 'مرقاۃ' اور 'احیاء العلوم' کی شرح اور منذری کی 'ترغیب' پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے، اس لئے ان کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی، البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا ہے.....''

('فضائل قرآن، ص:۷)

لہٰذا اعتراض کرنے سے پہلے معترض کو چاہئے کہ کتاب کو پڑھے۔ اگر کسی حدیث کا حوالہ نہ ملے تو ان پانچ کتابوں میں دیکھ لے۔ پھر بھی نہ ملے تو پھر شیخ کو قصوروار ٹھہرائے۔ مزید یہ کہ معترض کا یہ کہنا کہ 'بغیر حوالہ کے حدیث پیش کرنا بیکار ہے'۔ خود ایک بیکار قول ہے۔ اس لئے کہ اگر حدیث حدیث ہے، تو اس کو صرف اس وجہ سے انکار کر دینا کہ حوالہ نہیں دیا، بڑی زیادتی ہے۔ اللہ ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین!

**اعتراض (۴):** 'فضائل اعمال' میں کچھ واقعات ایسے ہیں جو ناممکنات میں سے ہیں، جن سے شرک کی بو آتی ہے، اور ان سے لوگوں کے عقائد خراب ہو جاتے ہیں۔ آخر ہم اپنے دین کو من گھڑت خوابوں اور افسانوں کے سہارے کیوں چلائیں؟

**جواب:** اول تو معترض کو معلوم ہونا چاہئے کہ ناممکنات اگر انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں ظاہر ہوں تو اسے 'معجزہ' کہتے ہیں اور اگر کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو اسے 'کرامت' کہتے ہیں۔ یہ ناممکنات انسان کے لئے ہوتے ہیں، لیکن اللہ کے لئے نہیں۔ اس لئے یہ بندے کی قدرت میں نہیں ہوتا، اللہ جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے جب نہ چاہے، تو لاکھ بند کوشش کرلے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا معترض اس کتاب کو مسلمانوں والے ذہن سے پڑھے نہ کہ عیسائیوں والے!

دوسرے یہ کہ سنجیدہ ہوکر معترض بتائے کہ وہ اس اصول کو سب کے لئے استعمال کرے گا یا صرف 'فضائل اعمال' پر محض اعتراض کے لئے یہ اصول لایا ہے؟ یعنی اگر اس طرح کے (بلکہ اس سے بھی عجیب وغریب) واقعات دوسرے معتبر علماء کی کتابوں سے دکھا دیئے جائیں تو کیا معترض ان پر بھی یہی اعتراض کرے گا اور ان کو بھی حلولی اور اتحادی بنائے گا؟ مثالاً چند واقعات چند کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں:

● ''خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے جب وہ موت کے وقت (ملک الموت کو!) بول رہے تھے: 'صبر کرو اللہ تمہیں بچائے رکھے کہ تمہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ چھوٹے گا نہیں اور ہمیں جس کا حکم ہے وہ چھوٹ جائے گا'۔ پھر انہوں نے پانی منگایا اور اس سے وضوء کر کے نماز پڑھی پھر فرمایا: 'جس کا تمہیں حکم دیا گیا اسے پورا کردو' پھر انتقال کر گئے''۔

اب کیا کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ نعوذ باللہ اس سے یہ عقیدہ نکلتا ہے کہ موت کے وقت کو اولیاء اللہ جان جاتے ہیں اور اس کو ٹال سکتے ہیں اور فرشتوں پر بھی اپنی حکومت چلا سکتے ہیں۔ شائد 'فضائل اعمال' کا حوالہ دیکر کوئی اعتراض کر بیٹھے، لیکن عجیب بات ہے کہ یہ واقعہ تو امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'الروح' (ص: ۸۲) سے نقل کیا گیا ہے!!! پر اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیوں؟ اب ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

● ''محمد بن عباد المہلبی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں فلاں کے پاس ہوں اور حضور ﷺ کسی (اونچی چیز پر) بیٹھے ہیں اور ان کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے سامنے عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'یارسول اللہ ﷺ! یہ مجھے اور ابوبکر کو گالیاں دیتا ہے' تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو لاؤ اے ابوحفص! تو ایک آدمی آیا اور وہ العمانی تھا، جو ان کو گالیاں دینے میں مشہور تھا۔ تو نبی ﷺ نے



فرمایا: اس کو لٹا دو، تو انہوں نے اسے لٹا دیا، پھر فرمایا: اس کو ذبح کردو، تو انہوں نے اسے ذبح کردیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی چیخ نے بیدار کردیا تو میں نے کہا (اپنے دل میں)، کیوں نہ میں اسے خبر کردوں شائد کہ وہ توبہ کرلے۔ جب میں اس کی رہائش کے قریب گیا تو رونے اور چلانے کی آوازیں آرہی تھیں، تو میں نے کہا یہ رونا کیسا؟ لوگوں نے کہا کہ العمانی رات کو بستر پر ذبح ہوگیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی گردن کے قریب جا کر دیکھا تو ایک کان سے دوسرے کان تک سرخ نشان تھا جیسے جما ہوا خون''۔ (ص: ۲۲۵)

یہ واقعہ اگر ''فضائل اعمال'' میں ہوتا تو شائد کفر اور شرک کی مشین تن جاتی!! پر یہاں سکوت ہی سکوت ہے! کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہ واقعہ انہی امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی اسی کتاب 'الروح' میں ہے؟ اور مثالیں دیکھیں اور معترض کی خاموشی پر تعجب کریں، یا اس کے شریر اور فتین ہونے کی گواہی دیں!

● ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک انصاری کے پاس تھے اور وہ کمزور اور مریض تھا، ہم جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ وہ مرگیا، تو ہم نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور اس کی بہت بوڑھی ماں اس کے سر کے پاس تھی ہم میں سے بعض نے اس کی طرف متوجہ ہوکر کہا: 'اے فلانی! اپنی مصیبت کو اللہ کے حوالے کردے'۔ وہ بولی: 'وہ کیا ہے؟ کیا میرا بیٹا مرگیا ہے؟' ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا: 'کیا واقعی تم جو بول رہے ہو وہ صحیح ہے؟' ہم نے کہا ہاں۔ تو اس نے اللہ کی طرف ہاتھ اٹھائے اور بولی: 'اے اللہ! تجھے پتہ ہے کہ میں نے اسلام قبول کیا اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی تا کہ تو میری ہر پریشانی اور تنگی میں مدد فرمائے، سو آج یہ مصیبت مجھ پر مت ڈال'، وہ (انس) کہتے ہیں کہ اس انصاری نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور ہم جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ اس کے ساتھ ہم نے کھانا کھایا''۔

یہ واقعہ اگر ’فضائل اعمال‘ میں ہوتا تو اعتراضات کا طوفان کھڑا ہو جاتا، لیکن عجیب بات ہے کہ یہ واقعہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’صفۃ الصفوۃ‘ (ص:۳۱۲، واقعہ:۱۵۳) میں ہے، تو ان پر کوئی اعتراض نہیں!!

● ’’علی بن الموفق کہتے ہیں کہ ایک دن میں اذان دینے کے لئے نکلا تو مجھے ایک پرچہ پڑا ہوا ملا۔ میں نے اٹھا کر اسے جیب میں رکھ لیا، اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہو گیا تو اس پرچے کو پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا: ’بسم اللہ الرحمن الرحیم یا علی بن الموفق، تخاف الفقر وانا ربک‘ جس کا مطلب ہے کہ ’اے علی بن الموفق، کیا تو فقر سے ڈرتا ہے جب کہ میں تیرا رب ہوں؟ (طبقات الحنابلۃ ج:۱ص:۲۳۱)!!

● ’’’’ام ایمن رضی اللہ عنہا جب ہجرت کے لئے سفر پر نکلیں تو ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا، پیاس کی شدت سے وہ روزہ سے تھیں، مگر جب افطار کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے سر پر کوئی آہٹ محسوس کی، سر اٹھایا تو دیکھتی ہیں کہ ایک سفید رسی سے ایک ڈول لٹک رہا ہے، آپ نے اس سے سیراب ہو کر پانی پیا، پھر بقیہ عمر (زندگی بھر) انہیں کبھی پیاس نہیں لگی‘‘۔ (الفرقان بین الاولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان ص:۲۱۲)

یہی واقعہ اگر ’فضائل اعمال‘ میں ہوتا تو معترض نہ جانے کن الفاظ سے اس کا مذاق اڑاتا۔ لیکن اب یہ واقعہ ایسی کتاب میں ہے جس کے مولف ہیں، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ!!! تو اب معترض کیا بولے؟

● قراءۃ کے امام، نافع بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (جن کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’نافع قراءۃ میں لوگوں کے امام ہیں‘ اور جن کی قراءۃ کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پسند فرماتے تھے) کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:



’’اور جب نافع بات کرتے تو ان کے منہ سے مسک کی خوشبو آتی تھی۔ تو ان سے کہا گیا: اے ابورویم! کیا آپ جب بھی پڑھنے بیٹھتے ہیں تو خوشبو لگاتے ہیں؟ انہوں نے نے فرمایا: میں نے خوشبو نہیں لگائی ہے بلکہ میں نے (خواب میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ میرے منہ میں پڑھ رہے ہیں، بس اس وقت سے یہ خوشبو میرے منہ سے آرہی ہے‘‘۔ (معرفۃ القراء الکبار، ج:۱ص:۱۰۷، اور دیکھئے ’تہذیب الکمال‘ ج:۲۹ص:۲۸۱، بحوالہ کتاب ’کتاب فیہ اعتقاد الامام المنبل....‘ تحقیق ص:۱۰۶-۱۰۷)

● امام حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’اھوال القبور...‘ میں فرماتے ہیں:

’’ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ جب زریف ابوجعفر بن ابی موسی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مرنے کے سو سال کے بعد ان کی قبر کے قریب دفن کئے گئے، تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کفن نظر آیا جو ابھی تک تازہ تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب البربہاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کھلی تو بغداد میں ایک تیز خوشبو پھیل گئی جس سے سارا شہر بھر گیا‘‘

(اھوال القبور، ص:۷۰)

● اسی صفحہ پر امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ’سنن ترمذی‘ کے حوالہ سے فرماتے ہیں: ’’اصحاب الاخدود کے قصہ میں جس لڑکے کا ذکر ہے جس کو بادشاہ نے قتل کیا تھا۔ اور سارے لوگ ایمان میں داخل ہو گئے تھے یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (اس کی قبر) ملی، تو اس کا ہاتھ اس کے زخم پر ویسا ہی رکھا ہوا تھا جیسا مرنے کے وقت تھا‘‘۔ (اھوال القبور، ص:۷۰) اس کی تحقیق میں ہے: (اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ (۳۳۹۸) اور الالبانی نے اسے صحیح کہا) اب کوئی کہے کہ جناب کیسے پتا چلا کہ وہ ہاتھ مرنے کے وقت ویسے ہی رکھا تھا؟ یا اور کوئی ٹیڑھے اعتراض اس طرح سے کرے تو کیا جواب دیا جائے گا؟

● امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب 'شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور' میں بھی اس طرح کے واقعات بھرے پڑے ہیں مثالاً چند پیش کرتے ہیں:

شیخ عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ نے 'التوحید' میں نقل کیا ہے کہ مجھے قاضی بہاء الدین، شرف الدین الفائزی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نے خبر دی کہ شیخ امین الدین جبریل ان کے ساتھ راستے میں قاہرہ پہنچنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔ وہ کہتے ہیں، جب ہم قاہرہ کے دروازہ پر پہنچے، وہاں میت کو اندر داخل نہیں ہونے دے رہے تھے تو شیخ نے اپنی انگلی اور ہاتھ اٹھا دیا۔ تب ہم داخل ہو گئے''۔ (شرح الصدور، ص:۳۹۲، مطبوعہ دار المنہاج، جدہ، سعودی عرب)

اب کوئی کہے کہ اس طرح کی بات تو کسی نبی کے ساتھ بھی پیش نہیں آئی، ایک معمولی بزرگ کے ساتھ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کو بند کر دیا جائے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے سے منع کیا جائے، نیز ان پر بدعتی ہونے کا الزام لگائے تو اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا!!

اسی طرح اگلے صفحہ پر ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں:

''اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب 'الرسالہ' میں اپنی سند کے ساتھ شیخ ابی سعید الخراز رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں مکہ میں تھا تو باب بنی شیبۃ پر ایک نوجوان کو مرا ہوا پڑا دیکھا، جب میں نے اس کو قریب سے دیکھا تو اس نے تبسم فرمایا اور کہا: اے ابوسعید! کیا تو نہیں جانتا کہ دوست زندہ ہوتے ہیں اگرچہ وہ مر گئے ہوں، اور وہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں''۔ ('شرح الصدور'، ص:۳۹۳)

آگے فرماتے ہیں:

''اور اس میں (امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'الرسالۃ' میں) شیخ ابو علی الروذ باری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک فقیر کو دفن کیا۔ تو جب اس کے سر سے کفن ہٹایا کہ اس کو مٹی میں رکھ دوں تا کہ اللہ اس پر رحم فرما دے، تو اس نے آنکھیں کھولیں اور



کہا: اے ابو علی! کیا تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرنا چاہتے ہو جس نے مجھے راستہ دکھایا ہے؟ میں نے کہا: اے میرے آقا! کیا مرنے کے بعد بھی زندہ؟ تو اس نے کہا: بیشک میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے، میں اپنی وجاہت سے تیری کل مدد کروں گا''۔ (شرح الصدور، ص:۳۹۳)

اب ان واقعات پر کیا کیا اعتراضات نہیں کئے جاسکتے۔ لیکن معترض نے کبھی اس کے خلاف زبان نہیں کھولی، کبھی ان بزرگوں اور ان کی کتابوں کے خلاف بیانات نہیں دیئے۔ آخر 'فضائل اعمال' پر ہی غصہ ہے؟؟؟

● معروف غیر مقلد عالم مولوی عبد المجید سوہدروی، ایک بڑے اہل حدیث عالم مولوی غلام رسول کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ایک بار قلعہ میاں سنگھ میں ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی کہ حضور، میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے، جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے، زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ بس ایک ہی بیٹا تھا اس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور روٹی کھا رہا ہے۔ جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو۔ حجام گھر گیا تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا۔ بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا، معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیوں کر طرفۃ العین میں یہاں پہنچ گیا''۔ (کرامات اہل حدیث، ص:۱۲-۱۳)

عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے ورنہ پوری کتاب بھی لکھ دی جائے تو نہ ماننے والے کے لئے کچھ نہیں!!!

کوئی یہ نہ کہے کہ یہ پرانی کتابیں اب کوئی نہیں پڑھتا یا وہ چھپتی نہیں ہیں۔ یہ ساری کتابیں مطبوعہ ہیں اور سوائے 'کرامات اہلحدیث' کے آج بھی ہمارے سعودی عرب کے مکتبوں میں موجود ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہم نے ان واقعات کو بطور دلیل نہیں پیش کیا ہے، نہ ہی ہم یہ چاہتے ہیں کہ معترض ان پر ایمان لائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر معترض واقعی دیانت دار اور اپنے کلام میں سچا ہے تو جس طرح سے 'فضائل اعمال' پر اعتراض کرتا ہے ان واقعات اور ان مصنفین پر بھی کچھ لب کشائی کرے....، لیکن انشاء اللہ یہ اس سے نہیں ہو سکے گا!!!

مزید یہ کہ حضرت شیخ نے یہ واقعات اپنی طرف سے نہیں گڑھے بلکہ پرانی کتابوں سے ان واقعات کو صرف ترغیب اور عبرت حاصل کرنے کے لئے نقل کئے ہیں جیسا کہ سلف اور خلف کا معمول رہا ہے۔ تو معترض کو چاہیے کہ پہلے وہ ان کتابوں اور ان کے مولفین پر اعتراض کرے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ شیخ نے عقائد کے فساد کا دروازہ بند کر دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو، اس وقت تک نہ تو ان واقعات سے استدلال کرنا چاہئے اور نہ ان پر اعتراض کرنا چاہئے''۔ (فضائل حج، ص:۲۲۴-۲۲۵)

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ان واقعات سے عقائد تو کجا، اعمال کے لئے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا! اور جیسا کہ معروف ہے عقائد میں تو ضعیف احادیث بھی حجت نہیں ہوتیں تو پھر یہ واقعات کیسے؟؟ اور اس اصول کی طرف 'فضائل اعمال' کے مولف نے اشارہ بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح۔ باقی صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث سے کہیں کم ہے''۔ (فضائل اعمال، ج:۱، فضائل نماز، ص:۸۷)



رہا ان واقعات سے شرکیہ عقائد، تو خود شیخ الحدیث نے توحید کی تعلیم پر زور دیتے ہوئے بار بار تاکیداً قرآنی آیات اور احادیث نقل کی ہیں۔ چنانچہ، فضائل صدقات، میں توکل، اعتماد علی اللہ اور اسی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے کے باب میں قرآنی آیات کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لیکن قرآن پاک میں اس کثرت سے اللہ پر اعتماد اور صرف اسی پاک ذات پر اعتماد کرنا اور مصائب اور حاجات میں صرف اسی کو پکارنا اور اسی سے مدد چاہنا، اسی پر نظر رکھنا وارد ہوا ہے، کہ بہت کم دوسرے مضامین اتنی کثرت سے وارد ہوئے ہیں''۔ (فضائل اعمال، ج:۲، فضائل صدقات حصہ دوم، ص:۳۰۷)

پھر توحید اور توکل کی اہمیت کو سمجھاتے ہوئے اکتالیس (۴۱) آیات قرآن کی بطور نمونہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ان آیات پر جو ذکر کی گئیں، انتہائی غور ہونا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ اس کی کوشش ہونا چاہئے کہ صرف حق تعالیٰ شانہ وتقدس پر ہی ہماری نگاہ ہو۔ اسی پر اعتماد ہو۔ اسی کی پاک ذات سے اپنا سوال ہو، اسی سے بھیک مانگی جائے۔ اس کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے بلکہ دل میں بھی کسی دوسرے کا خیال نہ آئے، بلکہ وہی پاک ذات اور صرف وہی پاک ذات اپنا سہارا ہو۔ وہی نفع اور نقصان کا مالک دل سے سمجھا جائے....''۔ (فضائل صدقات، حصہ دوم، ص:۳۱۴-۳۱۵)

اور حضرت شیخ نے ان واقعات کو قطعاً عقیدے کے لئے بطور دلیل پیش نہیں کیا ہے، نہ ہی 'فضائل اعمال' کو پڑھنے والے ان واقعات کو اپنے عقائد کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا معترض کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور بیجا اعتراضات اور جھوٹے الزامات اور بہتان لگانے سے بچے۔ اور خود حضرت شیخ نے ان واقعات کے سلسلہ میں تنبیہ نقل کر دی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ابن امیر الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ اس سے بہت احتراز کرنا چاہئے کہ خواب میں یا غیبی آواز سے جاگتے میں کسی ایسی چیز کی طرف قلب کو طمانینت اور سکون ہو، جو صدرِ اول کے خلاف ہو، اسی طرح سے خواب میں دیکھنے کی وجہ سے کسی ایسی چیز کی طرف مانوس ہو جو سلف کے خلاف ہو اس سے بھی احتراز کرنا چاہئے"۔

('فضائل حج'، ص:۱۴۳)

آگے ایسے خوابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر پیش کرنے کی وضاحت کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'تہذیب الاسماء واللغات' کے حوالے سے فرماتے ہیں: "لیکن اس میں اگر کوئی چیز خواب میں احکام کے متعلق سنی تو اس پر عمل جائز نہیں ہے....."۔ ('فضائل حج'، ص:۱۴۳)

اتنی وضاحتوں کے باوجود یہ اعتراض کرنا کہ اس کتاب سے شرکیہ عقائد پھیلتے ہیں کتنی بڑی جہالت اور کم عقلی ہے۔ اللہ ہم سب کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

**اعتراض (۵):** 'فضائل اعمال' میں بعض صحابہ (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور امام مالک بن سنان رضی اللہ عنہ) کی طرف نبی ﷺ کے خون پینے کی نسبت کی گئی ہے۔ ('فضائل اعمال'، ج:۱،ص:۱۸۸) حالانکہ خون ناپاک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شیخ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا بول براز (پیشاب پاخانہ) پاک ہے! بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اسے کوئی نہیں مانتا!

**جواب:** سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ واقعات (خون پینے والے) معتبر بھی ہیں یا نہیں؟ تو دیکھیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خون پینے کا واقعہ درج ذیل علماء و محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۵۵۳)، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (سنن الکبری، ج:۷،ص:۶۷)، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (سیر اعلام النبلا، ج:۳،ص:۳۶۶)، امام



نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (مجمع الزوائد، ج:۸،ص:۲۷۰)، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (الخصائص الکبری، ج:۲،ص:۲۵۲)، امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (الاصابہ، ج:۲،ص:۳۱۰) وغیرہ وغیرہ۔

● حافظ نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ طبرانی اور بزار کی روایت ہے اور مسند بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے ھنید بن القاسم کے اور یہ بھی ثقہ ہیں۔" (مجمع الزوائد، ج:۸،ص:۲۷۰)

● امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ واقعہ (خون پینے کا) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد سندوں سے مروی ہے"۔

(سنن الکبری، ج:۷،ص:۶۷)

● امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس روایت کو امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا ھنید راوی پر کسی کی جرح کو"۔

(سیر اعلام النبلاء، ج:۳،ص:۳۶۶)

دوسرا واقعہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اسے بھی امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 'الاصابہ' میں ابن ابی عاصم، بغوی، صحیح ابن السکن، اور سنن سعید بن منصور، کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (الاصابہ، ج:۳،ص:۲۳۵)، اسی طرح ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے 'الاستیعاب' ج:۳،ص:۳۷۰ پر بھی ذکر کیا ہے۔ اور یہی واقعہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'مختصر سیرتِ رسول ﷺ' میں ص:۴۰۲ پر نقل کیا ہے۔

لہٰذا ہم دونوں واقعات کو یوں ہی رد نہیں کر سکتے، جب کہ ان تمام معتبر علماء نے اپنی کتابوں میں ان کو ذکر کئے ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے حضور ﷺ کے بول و براز کے پاک ہونے کا، تو شائد معترض کو پتہ نہیں کہ درج ذیل علماء نے بھی اس کو پاک لکھا ہے: امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری، ج:۱،ص:۲۷۲)، علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری، ج:۲،

ص: ۳۵)، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (شرح مہذب، ج:۱، ص:۲۳۴)، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (جمع الوسائل، ج:۲، ص:۲)، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (خصائص الکبری، ج:۱، ص:۱۷)، علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (فتاوی شامی، ج:۱، ص:۳۱۸) وغیرہ وغیرہ۔

احادیث مبارکہ، صحابہ کرام کے عمل اور اکابر حفاظ وائمہ علم کے متفقہ اقوال کے مقابلہ میں ہمیں اپنی رائے سے کام نہیں لینا چاہیئے، بلکہ ان کو ماننا چاہیئے۔ یہی دین وعلم کا تقاضہ ہے۔

**اعتراض (۶):** 'فضائل اعمال' میں ایک من گھڑت (موضوع) حدیث ہے (ص: ۴۹۷) جس میں آدم علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء کا ذکر ہے اور وسیلہ پکڑنا بالاتفاق شرک ہے۔ مزید یہ کہ یہ قرآن کے خلاف بھی ہے، اسلئے کہ قرآن میں ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو چند کلمات عطا کئے، انہوں نے پڑھا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔

**جواب:** سب سے پہلے تو ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے گو ضعیف ضرور ہے بلکہ بعض نے اسے حسن اور صحیح کہا ہے۔ اس کو درج ذیل علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (مستدرک، ج:۲، ص: ۶۱۵)، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (جامع الصغیر، ج:۲، ص:۱۸۲ اور جامع الاوسط، ص: ۳۵۱۸)، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (دلائل النبوۃ، ج: ۵، ص: ۴۸۸)، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المواہب اللدنیہ، ج:۲، ص: ۵۱۵)، امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (مجمع الزوائد، ج:۸، ص:۲۵۳)۔ اس کے علاوہ ان علماء نے بھی اپنی کتب میں اس کو ذکر کیا ہے: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (الدرر) اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ (شفاء السقام) حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (الوفاء فی سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ وغیرہ۔

مزید یہ کہ حضرت شیخ نے اس حدیث کو توسل کے لئے بطور دلیل نہیں پیش کیا ہے، بلکہ جیسا کہ حدیث کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ کی فضیلت بتانے



کے لئے اسے پیش کیا ہے اور جیسا کہ اوپر تفصیلاً معلوم ہو چکا ہے کہ فضائل میں ضعیف احادیث معتبر ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس سے وسیلہ ثابت ہوتا ہے اور وسیلہ پکڑنا بالاتفاق شرک ہے! معترض پر تعجب ہے کہ وہ کیسی ڈھٹائی سے اتفاق نقل کر رہا ہے۔ مناسب ہے کہ 'توسل' کے مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔

وسیلہ یا توسل کی کئی قسمیں ہیں۔ مطلقاً وسیلہ کو شرک سمجھنے والا شائد معترض کے علاوہ امت میں کوئی نہ ہوگا! بلکہ بعض وسیلے شرک ہیں، بعض جائز (بلکہ بالاتفاق جائز !!!) اسی طرح بعض کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض شرک کے ڈر سے اس کی اجازت نہیں دیتے اور بعض اجازت دیتے ہیں مگر عقائد کے صحت کی شرط کے ساتھ۔ (۱) کسی نیک عمل کا وسیلہ لینا۔ یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اس کی دلیل: حدیثِ غار۔ بنی اسرائیل کے تین آدمی غار میں داخل ہوئے۔ غار کا منہ چٹان سے بند ہو گیا، تینوں نے اپنے اپنے اعمال کا وسیلہ دیا اور اللہ نے ان کو نجات دیدی۔

(صحیح بخاری، ج:۲، ص:۸۸۳، صحیح مسلم، ج:۲، ص:۳۵۳)

۲) دنیا میں موجود شخص کا وسیلہ دینا یہ بھی بالاتفاق جائز ہے۔ اس کی دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ دیا۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص: ۱۳۷) اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ دیا۔ (زیارۃ القبور والاستنجاد بالقبور، لامام ابن تیمیہ، ص:۱۱۳، البدایہ والنہایہ، لامام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ج:۱، ص:۳۲۴)

۳) اس شخص کا وسیلہ دینا جو دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اس کا انکار بقول علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ (شفاء السقام، ص: ۱۲۰، فتاویٰ شامی، ج: ۵، ص: ۳۵۰، تفسیر روح المعانی، ج:۶، ص:۱۲۶) لیکن حقیقتاً وہ بھی ایک معنی میں اس کے قائل ہیں! جیسا کہ انہوں نے "قاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، ص: ۵۶ پر ذکر کیا ہے:

''ہاں اگر کوئی اللہ سے مانگے محمد ﷺ پر اپنے ایمان اور ان سے محبت اور ان کی اطاعت نیز اتباع کے وسیلہ سے، تو اس نے ایسے بڑے سبب (وسیلہ) سے مانگا ہے، جو دعاء کی قبولیت کا متقاضی ہے، بلکہ تمام وسیلوں سے بڑھ کر یہ وسیلہ ہے''۔

نبی ﷺ کا یا کسی اللہ کے نیک بندہ کا جو دنیا میں نہیں ہے، وسیلہ دینے کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ہمارے نزدیک ایک بندہ اللہ کا محبوب اور مقبول نظر آتا ہے۔ اب چونکہ اللہ والوں پر (خصوصاً نبی ﷺ پر) اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس لئے ان کا وسیلہ دینا فی الحقیقت اللہ کی رحمت کا وسیلہ دینا ہے۔ مزید یہ کہ نیک بندوں کے توسل میں ان سے محبت کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ اور نیک لوگوں سے محبت کرنا خود نیک عمل ہے! لہٰذا کوئی اشکال نہ رہا۔ اس لئے کہ نیک عمل کا وسیلہ بالاتفاق جائز ہے۔

اب اگر کوئی کہے، کہ نیک لوگ جو دنیا میں موجود نہیں ہیں، ان کا وسیلہ دینے کا ذکر حدیث میں نہیں ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صرف حدیث کے الفاظ پر عمل کرنا ہے تو پھر صرف انہی اعمال کا وسیلہ دینا جائز ہوگا، جن کا حدیث میں تذکرہ ہے! حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح سے حدیث غار سے توسل بالعمل ثابت ہوتا ہے، اسی طرح مطلق توسل کا ثبوت بھی اسی سے ہے، ورنہ خاص کرنے والے، اعمال کو بھی خاص کریں اور صرف ان صورتوں میں وسیلہ کو خاص کریں جن کا تذکرہ حدیث غار میں ہے!!

اسکے علاوہ توسل یا وسیلہ دینے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ نعوذ باللہ، اللہ وسیلہ کے بغیر ہماری سنتا ہی نہیں ہے یا یہ کہ اللہ پر وسیلہ کے ذریعہ سے دباؤ (پریشر!) ڈالا جائے تاکہ وہ دعائیں قبول کرلے، یا ان کے ذریعہ سے 'رکمنڈیشن' کروایا جائے، یا یہ اعتقاد ہو کہ انبیاء اور اولیاء سے اپنی حاجتیں مانگی جائیں اور ان سے فریاد کی جائے، تو یہ واقعی شرک کا راستہ ہے اور اس سے خود بھی بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی اس سے تنبیہ کرنی چاہئے۔



اب نبی ﷺ سے (یا بزرگوں سے) توسل کو جن لوگوں نے روکا ہے، ان کا بھی مقصد یہی ہے کہ شرک اور بدعت کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ سعودی عرب کے علماء کا فتویٰ بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہے۔ سو ان کے نزدیک بھی بعض توسل کی قسمیں جائز اور بعض سد باب کی وجہ سے ناجائز۔ نبی ﷺ کی جاہ کا وسیلہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، ج:۱،ص:۴۸۹-۵۰۰) اسی فتاویٰ میں صفحہ ۴۹۹ پر توسل کی دوسری قسم کے تحت ہے:

''نبی ﷺ کی محبت اور اتباع کو اور اولیاء اللہ سے محبت کو وسیلہ بنائے تو جائز ہے''......(ج:۱،ص:۴۹۹)

اب اس سلسلہ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہ اللہ کا فتوی بھی ملاحظہ فرمائیں: ''دسویں، ان کا یہ کہنا استسقاء میں، کہ کوئی حرج نہیں ہے نیک لوگوں کا توسل دینے میں اور امام احمد (بن حنبل رحمہ اللہ) کا کہنا کہ صرف خاص نبی ﷺ کا وسیلہ دے (اوروں کا نہ دے) ان کے اس قول کے ساتھ کہ مخلوق سے استغاثہ جائز نہیں ہے: تو فرق بہت واضح ہے۔ اور جس پر ہم ہیں اس میں کوئی کلام نہیں، سو بعض نے نیک لوگوں سے توسل میں رخصت کی ہے۔ (یعنی جواز کے قائل ہوئے ہیں) اور بعضوں نے اسے خاص کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے لئے۔ اور اکثر علماء اس سے منع کرتے ہیں اور اسے ناپسند کرتے ہیں۔ سو یہ مسئلہ فقہی مسائل میں سے ہے۔ اگر چہ ہمارے یہاں (حنابلہ میں) جمہور کا قول بہتر یہی ہے کہ وہ مکروہ ہے۔ پر اس پر عمل کرنے والے کو (یعنی وسیلہ پکڑنے والے کو) ہم نہیں روکتے۔ (اس لئے کہ) اجتہادی مسائل میں انکار نہیں''۔ (مولفات محمد بن عبدالوہاب، ج:۳،ص:۶۸)

دیکھیں معترض کے اور محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کے مسلک میں کتنا فرق ہے۔ وہ اسے فقہی اور اجتہادی مسئلہ بتا رہے ہیں اور کرنے والے پر انکار بھی نہیں کر رہے

ہیں اور دونوں قول نقل کر رہے ہیں اور یہ ہیں کہ 'شرک' ہے شرک ہے'' کی رٹ لگائے ہوئے ہیں!!!

اب آیئے دیکھیں کہ اس تیسرے قسم کے وسیلہ کے کیا دلائل ہیں اور سلف میں اس کا کوئی قائل رہا ہے یا نہیں۔

● **قرآن کریم سے دلیل:** اللہ فرماتے ہیں جس کا ترجمہ ہے ''اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے، جو تصدیق کرتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور وہ لوگ پہلے سے فتح مانگتے تھے کفار پر.....'' (سورہ البقرہ:۸۹)

مشہور تفسیر کی کتاب 'تفسیر جلالین' (ص:۱۲) میں ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود کافروں کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے تھے اور یہ کہتے تھے، 'اے اللہ، ہماری مدد کر دشمن کے خلاف آخری نبی ﷺ کے وسیلہ (واسطہ) سے۔

اسی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مفتی بغداد، اپنی تفسیر 'روح المعانی' (ج:۱،ص:۳۱۹) میں فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ اوس اور خزرج کے خلاف حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے، آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

درج ذیل کتابوں میں بھی یہی تفسیر آئی ہے:

تفسیر کبیر، ج:۳،ص:۳۰ (امام رازی رحمۃ اللہ علیہ)، الجامع لاحکام القرآن، ج:۲، ص:۲۷ (امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ)، تفسیر القرآن العظیم، ج:۱،ص:۱۲۴ (امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)، تفسیر الطبر ی، ج:۱،ص:۴۵۵ (امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ)، تفسیر الدر المنثو ر، ج:۱، ص:۸۸، (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)، تفسیر البحر المحیط ، ج:۱،ص:۴۷۱ (علامہ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ)، تفسیر صفوۃ التفاسیر، ج:۱،ص:۷۷ (علامہ صابونی)، تفسیر بغوی، ج:۱،ص:۵۸ (علامہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ)، بدائع الفوائد، ج:۴،ص:۱۴۵ (امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ)، اس



کے علاوہ ان کتب میں بھی یہی بات آئی ہے:۔ تفسیر ابن عباس، (ص:۱۳)، تفسیر خازن (ج:۱،ص:۶۴)، تفسیر تبصیر الرحمٰن، (ج:۱،ص:۵۲) وغیرہ وغیرہ۔

اب غور کریں کہ جب یہود نبی ﷺ کا وسیلہ دیتے تھے، تب نبی ﷺ دنیا میں موجود نہیں تھے۔ اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یا نبی ﷺ پچھلے لوگوں کی بات بلانکیر کریں تو یہ اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اب یہود کے اس فعل کا انکار قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ اس کے جواز کی دلیل کے لئے کافی ہے۔ نبی ﷺ اب بھی دنیا میں نہیں ہیں، پس جیسے ان کے آنے سے پہلے وسیلہ دینا جائز تھا، اب بھی (بشرط صحت عقائد) جائز ہے۔

● **حدیث سے دلیل:** ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضروری کام کے سلسلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (غالباً بوجہ مصروفیت) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ اس کی حاجت براری کرتے۔ وہ شخص عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جاؤ اور وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھو کہو: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمۃ ہیں۔ اسی روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے کہ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو دعا کی برکت سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم و تکریم بھی کی اور اس کا کام بھی پورا کر دیا۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں ہے:

'المعجم الکبیر' (ج:۹،ص:۳۱) اور المعجم الصغیر، (ص:۱۰۴) للطبرانی، کتاب المجر وحین، (ص:۱۹۷)، الترغیب والترہیب، (ج:۱،ص:۴۷۳)، السنن الکبری، للنسائی (ص:۱۶۹)، دلائل النبوۃ للبیہقی (ج:۶،ص:۱۶۶)، کنز العمال، (ج:۲،ص:۷۹)

● امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ابن عبید اللہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: ”حافظ ابوالربیع بن سالم فرماتے ہیں: ابو محمد بن عبید اللہ کی وفات کے وقت مصر میں قحط تھا۔ تو جب ان کو قبر کے کنارے پر رکھا گیا اور ان کے وسیلہ سے اللہ سے بارش کی دعا مانگی گئی تو اس رات خوب بارش ہوئی.....“۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج:۴، ص:۱۳۷۱)

● یہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام ابومحمد الحجری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: ”ابوالربیع بن سالم سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: ان کی (یعنی ابومحمد الحجری کی) وفات کے وقت قحط پڑ گیا۔ جب ان کا جنازہ رکھا گیا اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگی گئی، تو اللہ نے بارش برسائی......“۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱، ص:۲۵۲)

● علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ شیخ الحنابلہ ابوعلی الخلال سے نقل کرتے ہیں: مجھے کوئی مشکل نہیں پیش آئی اور میں نے موسیٰ بن جعفر الکاظم کی قبر کا قصد کیا اور ان کا وسیلہ دیا، مگر اللہ نے اسے آسان کر دیا جیسا میں چاہتا تھا۔ (التاریخ، ج:۱، ص:۱۲۰)

● امام ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”....اور ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کا توسل دینا، سلف سے اس کی اصل ہے۔“ آگے لکھتے ہیں: ”(فائدہ) جس میں ان (صلی اللہ علیہ وسلم) سے توسل طلب کرنے کے دلائل ہیں اور یہ سلف صالحین کی سیرت سے ہے“۔

(حاشیۃ علی شرح الایضاح، ص:۴۹۱-۴۹۲)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'شرح الصدور بشرح احوال الموتی والقبور' کے شروع میں ان کے ترجمہ کے اخیر میں ہے:

”سو ہم سوال کرتے ہیں تجھ سے اے اللہ کہ تو ان کی قبر پر خوب برکتیں رحمتیں اور مغفرت نازل فرما، سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ (وسیلہ) سے ....“۔

(شرح الصدور، ص:۲۷، مطبوعہ، مکتبہ المنہاج، جدہ، سعودی عرب)

اس کے علاوہ درج ذیل علماء بھی اس توسل کو جائز لکھتے ہیں:



علامہ سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (وفاء الوفاء، ج:۲، ص:۴۲۲)، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (شفاء السقام، ص:۱۲۰)، علامہ آلوسی، (روح المعانی، ج:۶، ص:۱۲۸) وغیرہ وغیرہ۔

اب آیئے اکابر علماء غیر مقلدین (اہلحدیث پاک و ہند) کا موقف بھی اس مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## ۱) نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی کا موقف:

● نواب صاحب شیخ ابن عربی کے تذکرہ کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ (طوالت کے ڈر سے صرف مختصر ترجمہ):

”سو اللہ ان کو جزائے خیر دے ہماری طرف سے اور سارے مسلمانوں کی طرف سے......سید اصفیاء اور خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ (وسیلہ!) سے“۔ (التاج المکلل، ص:۱۷۶۔ یہ کتاب، مکتبہ دارالسلام، جدہ، سعودی عرب سے حاصل کی جاسکتی ہے)۔

● نواب صاحب اپنی ایک اور کتاب کے اخیر میں یوں لکھتے ہیں:

”خاتم النبی کے جاہ اور مرتبہ کا وسیلہ پکڑنے والا....“ (الروضۃ الندیہ)

● علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں: 'نواب صدیق حسن خان نے اپنے ایک طویل قصیدے میں یہ اشعار کہے ہیں (طوالت کے ڈر سے صرف مختصر ترجمہ)۔

”اے میرے آقا! اے میرے سہارا اور وسیلہ آپ کے علاوہ میرا کوئی فریاد رس نہیں، سوائے رحمۃ للعالمین، میری گریا وزاری پر رحم فرما“۔ (ہدیۃ المہدی، ص:۲۰)

## ۲) علامہ وحید الزماں حیدر آبادی کا موقف:

● اپنی کتاب 'نزل الابرار' میں فرماتے ہیں:

”انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اور اس میں زندہ اور مردہ دونوں برابر ہیں“۔ (نزل الابرار، ص:۵)

● اپنی کتاب 'ہدیۃ المہدی' کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

''اے اللہ، اس کتاب کی تالیف اور اس کو پورا کرنے میں میری مدد فرما ان مقدس روحوں کے وسیلے سے جو انبیاء صلحا، مقرب فرشتوں میں سے ہیں خاص کر ہمارے امام حسن بن علی کی روح اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح اور ہمارے شیخ ابن تیمیۃ الحرانی کی روح.....''۔ (ہدیۃ المہدی)

## ● مزید تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنانا ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض اس کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں، بعض زندوں سے وسیلہ کو جائز اور مردوں سے ناجائز سمجھتے ہیں، بعض کا قول مطلقاً جواز کا ہے، اور بعض صرف نبی کریم ﷺ سے جواز کے قائل ہیں، یہ آخری قول ابن عبدالسلام کا ہے اور مروزی نے ''المنسک'' میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ آپ، نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے.....اور علامہ سبکی، شوکانی اور ہمارے سید (نواب صدیق حسن خان) نے تیسرا قول (یعنی مطلقاً جواز) اختیار کیا ہے اور یہی قول مختار ہے ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ پر بہت سی چیزوں کا دعویٰ کیا لیکن ان میں سوائے اس کے کچھ بھی ثابت نہ کر سکے کہ شیخ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے استعانت بمعنی عبادت جائز نہیں ہے۔ ہاں نبی کریم ﷺ سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس آنے جانے والے ایک آدمی کو دعا سکھائی جس میں ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ.....'' یہ حدیث امام بیہقی نے سندِ متصل کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

پتہ نہیں یہ بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ اللہ کی قربت کے حصول کے لئے اگر اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا قرآن وسنت کے نصوص سے ثابت ہے تو اس پر



صالحین سے توسل کو قیاس کیوں نہیں کرلیا جاتا۔ علامہ جزری ''آداب دعاء'' کے ذکر میں فرماتے ہیں ''ان آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ انبیاء اور صالحین کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ بنایا جائے'' اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ''اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں''۔ نواب صدیق حسن خان نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے، موضوع نہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے..... ہمارے اصحاب میں علامہ شوکانی نے فرمایا کہ ''توسل کے جواز کو صرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص کردینے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کا خیال ہے، اہل علم اور اہل فضل کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانا درحقیقت ان کے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا ہے''.... حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں فرمایا کہ آدمی اس طرح کہے تو جائز ہے۔ ''اے اللہ! میں فلاں ولی کے وسیلہ سے آپ سے سوال کرتا ہوں......'' (ہدیۃ المہدی، ص:۴۷-۴۹)

یہ تفصیل ان معترضین کے اکابر کی کیا بتا رہی ہے؟ کیا معترض ان پر بھی شرک کا حکم لگائے گا یا سکوت اختیار کر جائے گا؟

## ۳) شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

● ''نبی کریم ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا ایک ایسا راستہ ہے جس کو طے کرنا اہل معرفت اور سالکین کے لئے آسان ہے، آپ کے توسل کے بغیر انسان راستہ میں اندھی اونٹنی کی طرح بھٹکتا رہتا ہے''۔ (منصب امامت، ص:۴)

مزید فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی محبت درحقیقت رفع درجات کا اور آپ سے توسل نجات کا سبب ہے''۔ (منصب امامت، ص:۷۳)

آ گے فرماتے ہیں:

’’خلاصہ کلام یہ کہ ان اولیاء اللہ سے توسل کوترک کر دینا ایک فاسد خیال اور ایک باطل وہم ہے‘‘۔ (منصب امامت، ص:۷۳)

## ۴) مولانا ابوالمکارم محمد علی کا موقف:

● ’’یارسول اللہ‘‘ کہہ کر اگر آپ ﷺ کووسیلہ بنانا مقصود ہے تو جائز ہے اسی طرح اگر کوئی کہے کہ یا رسول اللہ! میں فلاں مشکل سے چھٹکارا حاصل کرنے میں آپ کواللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں تو بھی جائز ہے....‘‘۔ (الجوابات الفاخرہ، ص:۶۵)

۵) قاضی محمد بشیر شہسوانی توسل کی جائز قسموں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

● ’’تیسری قسم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کووسیلہ بنایا جائے، آپ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے۔

● چھٹی قسم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود کووسیلہ بنایا جائے....‘‘۔

(صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان، ص:۲۰۴-۲۰۶)

اب کوئی یہ نہ کہے کہ یہ حضرات معتبر علماء میں سے نہیں ہیں! جہاں تک تعلق ہے غیر مقلدین کا (جو پاک وہند میں اپنے آپ کو’اہلحدیث‘ کا لقب دیتے ہیں) تو یہ پانچوں حضرات اس جماعت کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ ’فضائل اعمال‘ پر اکثر معترضین اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہماری ان سے گزارش ہے کہ ذرا اس کا بھی تعاقب کریں اور اس پر بھی کچھ فتوی آئے۔لیکن انشاء اللہ قیامت تک سکوت کے سوا کوئی جواب نہیں بن پڑے گا!!!

یہ علماء جماعت غیر مقلدین میں معتبر ہیں، اب اس کے دلائل بھی ملاحظہ فرمالیں، تا کہ کسی کوموقع نہ ملے انکار کرنے کا!۔



ا) ’نواب صدیق حسن خان‘ آپ محتاج تعارف نہیں۔ جماعت غیر مقلدین میں ان کی علامہ اور امام کی حیثیت ہے۔

مشہور کتاب ’جہو دمخلصہ‘ کے غیر مقلد مولف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’اور اس علمی اور اصلاحی تحریک (یعنی تحریک، اہلحدیث) کی قیادت اپنے زمانہ کی دومجدد شخصیتوں نے فرمائی، ایک نواب صدیق حسن خان اور دوسرے مولانا نذیر حسین محدث دہلوی‘‘ (جہو دمخلصہ، ص:۹۳)

● اسی طرح کتاب ’الروضۃ الندیۃ‘ میں ان کے لئے یہ القاب استعمال کئے گئے ہیں:’’السید الامام ، العلامۃ الھمام‘ ابوالبطین ‘ ’الحائز الشریفین، ’السامی علی الفرقدین‘ صدر العلماء المسندین ‘ ، ’عظیم المقدار‘ ، الـذی افتخرت بہ بوفال علی جمیع الاقطار، وانتشرت بجودہ علوم السنۃ والآثار‘‘. (الروضۃ الندیۃ، ص:۱۱)

● صاحب ’الرحیق المختوم‘ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے ان کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا:’’آپ نے آفاق کوعلم ومعرفت سے بھر دیا‘‘۔

● ان کی کتاب ’التاج المکلل‘ کے ناشر ’مکتبہ دارالسلام‘ کے مدیر ’عبدالمالک مجاہد‘ ان کو’فضیلۃ الشیخ العلامہ‘ کا لقب دیتے ہیں۔ (التاج المکلل ،ص:۵)

● آج کل کے معروف غیر مقلد عالم مبشر ربانی نے ان کا شمار اکابرین میں کیا ہے۔(دیکھئے ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل...‘‘ ج:۲،ص:۱۸۱)

## ● عبدالرشید عراقی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’مولانا سید نواب صدیق حسن خان کی ذات محتاج تعارف نہیں....آپ نے تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ، تقلید، سیاست، تاریخ وسیر، مناقب، علوم وادب، تصوف واخلاق اور تردیدِ شیعیت پر عربی، فارسی اور اردو میں ۲۲۲ کتابیں لکھیں‘‘۔

(حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہلحدیث کی خدمات، ص:۷۸)

## ۲) 'نواب وحید الزماں حیدر آبادی'

● آپ کے تعارف کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ آپ قرآن کے مترجم ومفسر اور صحاح ستہ کے مترجم کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

● **معروف غیر مقلد عالم، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی:** جو کہ فرقہ، اہلحدیث، میں 'امام العصر' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، ان نواب صاحب کا شمار شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے خصوصی تلامذہ میں کرتے ہیں۔ (دیکھئے تاریخ اہلحدیث، ص:۴۸۱)

مولانا بدیع الدین راشدی (جن کو زبیر علی زئی نے اپنا استاذ مانا ہے) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نواب عالی جناب، عالم باعمل، فقیہ وقت، محبّ السنہ وحید الزماں بن مسیح الزمان الدکنی''۔ (ہدایۃ المستقیم، ترجمہ فتح المجید، ص:۱۰۳)

☆ ایک اور معروف غیر مقلد عالم مولانا عبداللہ روپڑی ان کو محدث حیدر آباد کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (دیکھئے فتاوی اہلحدیث، ج:۱، ص:۲۳)

### ● عبدالرشید عراقی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزماں بن مولانا مسیح الزمان کا شمار ان علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے، جو حدیث کے تراجم میں صف اول کے علماء میں سب سے اول نمبر تھے۔ آپ نے حدیث کی خدمت ایک نئے رنگ میں کی....''۔

(حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہلحدیث کی خدمات، ص:۹۶)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نواب وحید الزمان صاحب نے یہ کتابیں جب لکھی تھیں جب وہ حنفی تھے۔ حالانکہ خود کتاب کے اندر جو مسائل ہیں۔ وہ جماعت 'اہلحدیث' کے ہیں اور صاف وضاحت ہے کہ یہ اہلحدیث کا مسلک ہے۔ مزید یہ کہ نواب صاحب کی دونوں کتابیں۔ (ہدیۃ المہدی، اور نزول الابرار) جامعہ سلفیہ کے



زیر اہتمام چھپیں ایک کتاب کے مطابق، فقہ اہلحدیث کی کتابیں ہیں۔ (دیکھئے.... اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص:۲۵۳-۶۱۷، مطبوعہ جامعہ سلفیہ، بنارس)

## ۳) 'شاہ اسماعیل شہید'

● جماعت غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

''میں اس دادا (شاہ ولی اللہ دہلوی) اور اس پوتے (شاہ اسماعیل شہید) کا معتقد ہوں....اور دونوں کی تحریروں سے فیضان الٰہی ابل ابل کر ظاہر ہوتا ہے''۔

(الحیاۃ بعد المماۃ، ص:۱۶۷)

● مشہور کتاب 'جہود مخلصہ' کے غیر مقلد مولف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فرقہ غیر مقلدین کے فکری اور علمی قائد، صاحب السیف والقلم امام شاہ اسماعیل دہلوی....''۔ (جہود مخلصہ، ص:۸۷)

● معروف غیر مقلد عالم طالب الرحمٰن نے انہیں ''الامام العالم الربانی'' اور ''الداعیۃ المجاہد'' اور ''مجدد وقت'' جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''....اس تحریک کے امام اور داعی امام شاہ اسماعیل شہید......''۔ (الدیوبندیہ، ص:۱۲)

### ● مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ ائمہ دین وفقہائے متقین اور بلند پایہ محدثین میں سے ہوئے ہیں.... سرزمین ہندوپاکستان میں ان دونوں بزرگواروں کی مثال جو اپنے پیر کے دو وزیروں کی طرح تھے، ان بارہ سو سال میں کم ملتی ہے......''۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۴۶۶-۴۶۷)

## ۴) 'مولانا ابوالمکارم محمد علی'

● ان کا شمار ان علماء 'اہلحدیث' میں ہوتا ہے، جنھوں نے فتنہ انکار حدیث کی تردید اور دفاع حدیث میں خدمات انجام دیں۔ ('حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہلحدیث کی خدمات'، ص:۱۳۴)

● 'جہود مخلصہ' کے غیر مقلد عالم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’شیخ، محدث، علامہ ابوالمکارم محمد علی بن علامہ فیض اللہ (۱۲۷۶-۱۳۵۲) ہندوستان کے بڑے علماء میں سے تھے، کتاب وسنت پر آپ کو عبور حاصل تھا، میاں نذیر حسین سے سندِ فراغت حاصل کی، احیاءِ سنت اور عقیدہ سلفیہ کی نشر واشاعت میں نیز اس کے دفاع میں بڑی قربانی دی‘‘۔ (’جھو دِ مخلصہ‘، ص:۱۴۴)

## ۵) ’قاضی محمد بشیر شہسوانی‘

● آپ کا شمار فرقہ ’اہلحدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے جید تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ بھوپال میں شعبہ دینیات کے صدر تھے۔ (دیکھئے ’حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہلحدیث کی خدمات‘، ص:۵۶ اور ’جھو دمخلصہ‘، ص ۱۰۲)

ہمیں یہ تفصیل مجبوراً نقل کرنی پڑی، تاکہ معترض اس کو ذہن میں رکھے اور جب بھی ’فضائل اعمال‘ پر اعتراض کرنا چاہے، سب سے پہلے اپنے گھر کی خبر لے، اور کوئی حکم ان کے بارے میں بھی جاری کرے!!!

الغرض افراط اور تفریط سے خالی ہو کر توسل کے صحیح طریقہ کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور دین میں افراط وتفریط سے بچائے۔ آمین!

معترض پر تعجب ہے کہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حدیث قرآنی آیت کے خلاف ہے!!! حالانکہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کی تفسیر ہوتی ہے۔ قرآن میں جو ہے کہ آدم علیہ السلام کو چند کلمات عطا کئے گئے، جن کے پڑھنے پر اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ اب کلمات اللہ کی طرف سے کب اور کیسے عطا ہوئے اس کے بارے میں قرآن نے کچھ نہیں کہا ہے، یہی تفصیل ہمیں حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ اور سمجھنے کی بات ہے کہ آدم علیہ السلام نے کیسی کیسی دعائیں اور التجائیں کی ہوں گی جس کے بعد اللہ نے ان کی سنی اور وہ کلمات عطا کئے جس سے ان کی مغفرت ہوئی۔



اس حدیث میں یہ قطعاً نہیں ہے کہ وسیلہ دینے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً ہم سوچتے کہ شائد تعارض ہے، لہٰذا ضعیف حدیث کو رد کر دیا جائے۔ پر صورت حال اوپر کی تفصیل سے بحمد اللہ واضح ہوگئی ہے اور تعارض کا دعویٰ کھوکھلا ہے۔

**اعتراض (۷):** ’فضائل اعمال‘ میں خضر علیہ السلام کا تذکرہ ملتا ہے کہ وہ لوگوں سے ملتے ہیں اور نظر بھی آتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ یہ عقیدہ بالکل اسلام کے خلاف ہے، اور ’تصرف فی الکون‘ جیسے شرکیہ عقیدہ کی مثال ہے۔ ایسے سارے واقعات من گھڑت ہیں اور کسی معتبر کتاب نے ان کو نقل نہیں کیا ہے۔

**جواب:** معترض خضر علیہ السلام کے واقعات کو اسلامی عقیدہ کے خلاف سمجھتا ہے اور شرکیہ عقائد کی مثال قرار دیتا ہے، تو عرض ہے کہ نہ تو یہ مسئلہ اصولی عقائد کا ہے اور نہ ہی یہ شرک ہے۔ سعودی عرب کے علماء کے مطابق خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں بہتر قول یہی ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ (دیکھئے فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ‘ ج:۳، ص:۲۸۴-۲۸۸)۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس میں مختلف اقوال ہیں لیکن بہتر یہ ہے۔ اگر یہ مسئلہ اصولی عقائد کا ہوتا تو یہ علماء اسے ’بہتر‘ کہ بجائے معترض کی طرح، کفر یا شرک کا حکم لگاتے!!!

واقعات کو ذکر کرنے سے پہلے اس مسئلہ میں علماء کا مسلک ملاحظہ فرمائیں:

۱-......امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور ومقبول شرح بخاری ’فتح الباری‘ میں فرماتے ہیں:

’’ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں.....اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے اور بڑھایا انہوں نے (یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے) کہ یہ صوفیہ اور اہل صلاح کے یہاں متفق علیہ بات ہے اور ان کو دیکھنے اور ان سے ملنے کے واقعات اتنے ہیں کہ ان سب کا احاطہ دشوار ہے....‘‘۔ (فتح الباری، کتاب الانبیاء،

ص: ۵۰۰، جو عبدالقادر شیبۃ الحمد، مدرس مسجد النبوی کی تحقیق کے ساتھ اور امیر سلطان بن عبدالعزیز کے نفقہ سے چھپی ہے)۔

اس کے بعد امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کی روایات اور کچھ حکایات بھی نقل کی ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے، ص: ۴۹۹-۵۰۲)

۲-.......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح بخاری 'عمدۃ القاری' میں فرماتے ہیں:

''.....تو جمہور خصوصاً مشائخ طریقت اور حقیقت اور ارباب مجاہدات اور مکاشفات، کے نزدیک وہ زندہ ہیں.....اور ان کو دیکھا ہے عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم بن ادھم، بشر حافی، معروف کرخی، سری سقطی، جنید (بغدادی) اور ابراہیم خواص وغیرہ نے''۔ (عمدۃ القاری، ج: ۱۵، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۲۸، ص: ۴۱۳)

۳-.....اسی مسلک کی طرف امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے۔

(دیکھئے 'جامع لاحکام القرآن' ج: ۱۱، ص: ۲۸)

مزید معترض کی جہالت دیکھیں کہ وہ کہتا ہے کہ کسی معتبر کتاب نے انہیں نہیں نقل کیا ہے اور سب کے سب من گھڑت ہیں۔ اب درج ذیل واقعات معتبر کتب سے ملاحظہ فرمائیں:

### ۱) امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور کتاب 'الافصاح' اس میں بڑے عجیب فوائد ہیں۔ اور اس میں ہے کہ: خضر علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کو ملے تھے، ان کے بارے میں بعض نے کہا ہے کہ وہ فرشتہ تھے اور بعض نے کہا کہ وہ انسان تھے اور یہی صحیح ہے، پھر بعض نے کہا کہ وہ نیک بندے ہیں نبی نہیں اور بعض نے کہا بلکہ وہ نبی ہیں اور یہی صحیح ہے اور ہمارے (حنابلہ) کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ کسی کے دروازہ پر آکر کھڑے ہو جائیں.... جیسا کہ مجھے خبر دی ہے کہ محمد بن یحییٰ الزبیدی نے اور ان سے کئی



واقعات ذکر کئے جو خضر علیہ السلام کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کرنے پر دلالت کرتے ہیں''۔ (طبقات الحنابلہ، ج: ۱، ص: ۲۷۷)

۲) اسی طرح اس کتاب 'طبقات الحنابلہ' میں ایک تفصیلی واقعہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کو اور انہوں نے ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا جس میں امام احمد بن حنبل کے کسمپرسی کی حالت میں سفر حج کا تذکرہ ہے، جس میں ایک انجان آدمی ان کی مدد کرتا ہے اخیر میں ہے: 'ابوطیب نے بغوی سے پوچھا: آپ اس آدمی کو پہچانتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے خیال سے وہ خضرؑ تھے''۔ (طبقات الحنابلہ، ج: ۱، ص: ۱۹۱)

۳) مزید ایک اور عجیب واقعہ امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں.....، جس میں خضر علیہ السلام ایک صاحب کے پاس آکر ان کی باقی عمر بتاتے ہیں، کہ تم اتنے سال زندہ رہوگے!!!۔ (دیکھئے 'طبقات الحنابلہ' ج: ۱، ص: ۲۴۰)

۴) خود امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں تفصیلی واقعہ ایک صاحب کے خضر علیہ السلام کو دیکھنے کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے صفۃ الصفوۃ، ج: ۲، ص: ۱۹۷)

۵) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ریاح بن عبیدہ سے نقل فرماتے ہیں.....، جس میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خضر علیہ السلام سے ملنے کا ذکر ہے۔ (دیکھئے 'سیر اعلام النبلاء'، ج: ۵، ص: ۱۲۲)

۶) ابوالفرج حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خضر علیہ السلام سے دوبار ملاقات کی تھی۔ (دیکھئے 'سیر اعلام النبلاء'، ج: ۱۹، ص: ۵۳)

**۷) معروف غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:** بعض صالحین نے کہا ہے بعض مفاوض میں مجھ کو عطش شدید ہوا یہاں تک کہ میں تلف (یعنی موت) سے ڈرا اور مرنے کے لئے مستعد ہو بیٹھا اتنے میں آنکھ لگ گئی۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ تین بار ''یَا لَطِیفًا بِخَلْقِهِ یَا عَلِیمًا بِخَلْقِهِ یَا خَبِیرًا بِخَلْقِهِ

"اَلْطُفْ بِیْ یَا لَطِیْفُ یَا عَلِیْمُ یَا خَبِیْرُ" یہ تحفہ ابد ہے۔ جب تجھ کو کچھ تنگی پیش آوے یا کوئی نازلہ نازل ہو تو اس کو کہا کرے۔

یہ کہنا کافی شافی ہوگا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں خضر ہوں"۔ ('کتاب التعویذات'، ص:۹۱)

اسی طرح تفسیر کی کتابوں میں بھی اس طرح کی روایات اور واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر 'الدر المنثور' (ج:۵،ص:۴۰۹-۴۳۵)، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر 'القرآن العظیم'۔ (ج:۹،ص:۱۷۹-۱۸۰) وغیرہ۔

اب دیکھنا ہے کہ اعتراض کرنے والے ان کتابوں کو بھی 'کفر' اور 'شرک' کے احکامات کا نشانہ بنائیں گے یا صرف 'فضائل اعمال' اور تبلیغی جماعت' سے نفرت ہے؟؟!!

**اعتراض (۸):** کتاب 'فضائل اعمال' میں بہت سے بزرگوں کے بارے میں ہے کہ وہ اتنے اتنے قرآن ختم کرتے تھے اور اتنی اتنی تسبیح پڑھتے تھے.... حالانکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا بدعت اور گمراہی ہیں.....

**جواب:** یہ معترض کی انتہائی جہالت اور کم عقلی کی دلیل ہے کہ وہ ایک عبادت میں کثرت کو بدعت اور گمراہی قرار دیتا ہے۔ اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ اور ایسی بیکار باتوں سے متاثر نہ ہونے والا بنا دے۔ آمین!

اب بعض دوسری معتبر کتابوں سے اسلاف کی عبادات اور اذکار میں کثرت کے تذکرہ کو ملاحظہ فرمائیں، تاکہ معترض کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو جائے۔

۱) ابوالحسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ان کے ساتھ سفر اور حضر میں رہا، وہ دن میں ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات میں قرآن ختم کرتے۔ ('طبقات حنابلۃ' ج:۱،ص:۳۹۲)



۲) اسی طرح زکریا بن یحییٰ ابی یحییٰ الناقد البغدادی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: "ابوزرعۃ الطبری نے کہا کہ ابویحییٰ الناقد نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک حور چار ہزار (قرآن) ختم میں خریدی...."۔ ('طبقات حنابلۃ، ج:۱،ص:۱۵۹)

۳) علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبدالرحمٰن بن شبرمۃ الضبی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: "اور وہ گرمیوں کے لمبے دنوں میں روزانہ چار قرآن ختم کرتے تھے اور پانچواں سورہ براءۃ تک پڑھتے تھے۔ (یہاں تک کہ) موذن عصر کی اذان کہتا..." (التاریخ'، ج:۲،ص:۳۱۵)

۴) اسی طرح سے امام شافعی کے ترجمہ میں وہ فرماتے ہیں: "ربیع بن سلیمان سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی ہر رات کو ایک ختم کرتے تھے اور جب رمضان آتا تو ہر رات کو ختم کرتے اور دن میں بھی کرتے۔ تو رمضان کے مہینہ میں ساٹھ ختم کرتے"۔ ('التاریخ'، ج:۲،ص:۶۳)

۵) اسی طرح ابوبکر بن عیاش کے ترجمہ میں ہے کہ وہ خود ایک کمرے کا تذکرہ کرتے ہیں.... کہ میرا اس میں ساٹھ سال سے دن اور رات میں ہر روز ایک قرآن ختم کرنے کا معمول ہے۔ ('التاریخ'، ج:۱۴،ص:۳۸۲)

۶) امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر کے بارے میں فرماتے ہیں: "...اور مصعب دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے...."۔ ('صفۃ الصفوۃ'، ج:۲،ص:۱۹۷)

۷) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مسبح بن سعید سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: "محمد بن اسماعیل رمضان کے ہر دن میں ایک ختم کرتے تھے اور رات کو تراویح کے بعد نماز میں تین راتوں میں ختم کرتے تھے"۔ (یعنی پورے رمضان میں تقریباً چالیس قرآن ختم کرتے تھے!!!)۔ (دیکھئے 'سیر اعلام النبلاء' ج:۱۲،ص:۴۳۸)

۸) امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالحسن شعری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''بیس سال تک انہوں نے صبح کی نماز شام کی وضو سے پڑھی''۔ (دیکھئے 'طبقات الشافعیۃ' ج:۳، ص:۲۴۸)

۹) امام نووی کے بارے میں کتاب 'الفتح المبین' کے شروع میں ان کے مختصر ترجمہ میں ہے:

''....اور وہ دن اور رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے عشاء کے بعد، اور سحر کے وقت سحری کے لئے کچھ پی لیتے تھے....اور کسی سے ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے....اور وہ (اللہ ان پر رحمت کرے) نوی میں دفن کئے گئے اور ان کی قبر مشہور ہے، جس کی زیارت کی جاتی ہے، اور جس کا نیک لوگ قصد کرتے ہیں.....''۔

(الفتح المبین، ص:۲۷، مطبوعہ 'دار المنہاج'، جدہ، سعودی عرب)

۱۰) شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور ہر سات دن میں ختم کرنا (قرآن) مستحب ہے، عبد اللہ بن عمر اور اوس بن حذیفہ کی حدیثوں کی وجہ سے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ان سے منقول ہے: کہ وہ (مدت) غیر محدود ہے اور نشاط اور قوت پر موقوف ہے۔ کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ ہر رات میں ختم کرتے تھے''۔

('مولفات محمد بن عبد الوہاب'، ج:۲، ص:۱۵۸)

لہٰذا معترض خدا کا خوف کرے اور بے دھڑک 'شرک' اور 'بدعت' کے احکامات لگانے سے گریز کرے۔

**اعتراض (۹):** 'فضائل اعمال' میں کعبہ کا بانی اول آدم علیہ السلام کو قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں کہ کعبہ کو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ جب شیخ الحدیث کا یہ حال ہے تو بیچارے عوام کا کیا پوچھنا!!!

**جواب:** ''فضائل اعمال' میں کعبہ کے بانی اول کے بارے میں جو تفصیل ہے اس میں خیانت کرتے ہوئے معترض نے اپنی جہالت کے ساتھ ساتھ اپنے خائن



ہونے کا بھی ثبوت دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شیخ نے صرف آدم علیہ السلام کو بانی اول ذکر کیا ہے، حالانکہ 'فضائل اعمال' میں یوں ہے: ''بیت اللہ شریف کی سب سے پہلی بناء میں اختلاف ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا یا اس سے پہلے فرشتوں نے بنایا تھا حتی کہ بعض نے کہا ہے کہ زمین کی سب سے پہلے ابتدا اسی جگہ سے ہوئی کہ پانی پر ایک بلبلہ کی شکل تھی جس سے پھر بقیہ زمین کا حصہ پھیلایا گیا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو یہ مکان اٹھا لیا گیا تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے اس کی تعمیر کی جس کا ذکر پہلے پارہ میں.....''

('فضائل اعمال' ج:۲، 'فضائل حج'، ص:۸)

تو بحمد للہ حضرت شیخ نے جو اس سلسلہ سے مختلف اقوال تھے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ معترض کی جہالت دیکھیں کہ وہ ایسی بات کرتا ہے گویا اس نے سچ کے سوا کچھ نہیں کہا ہے! اور کہتا ہے کہ ''بچوں کو بھی پتہ ہے کہ بانی اول ابراہیم علیہ السلام تھے''! شائد معترض کے بچے ایسا ہی جانتے ہوں!!! ورنہ تاریخی اعتبار سے تو اختلاف ہے۔ اس کے لئے تاریخ کی معتبر کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مثال کے طور پر کتاب 'تاریخ مکہ' (جو تیسری صدی ہجری کے عالم ابوالولید الازرقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے) میں باقاعدہ تفصیلی ذکر کعبہ کی تعمیر کا کیا ہے اس میں ابراہیم علیہ السلام کے بنانے سے پہلے درج ذیل تعمیروں کا تذکرہ ملتا ہے:

''آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے پہلے کعبہ کا وجود'' (ج:۱، ص:۴۱)، ''آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کی تعمیر''، (ج:۱، ص:۴۴)، آدم علیہ السلام کی تعمیر اور ان کا حج کرنا'' (ج:۱، ص:۴۹-۵۸)، ''آدم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد کی تعمیر'' (ج:۱، ص:۶۹)۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ''تاریخ مکہ''، مطبوعہ ''مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ)

اسی طرح کتاب ''بیت اللہ الحرام'' (مولف-استاذ احمد محمد شمس الدین) میں ہے:''..یعنی وہ سب سے پہلا گھر ہے جو زمین کی سطح پر آدم علیہ السلام سے پہلے بنا..''۔(ص:۱۴)

اسی طرح علامہ عبداللہ غازی مکی اپنی کتاب ''افادۃ الانام...'' میں ذکر کرتے ہیں:''...جان لو کہ کعبہ کی بناء میں بڑا اختلاف ہے۔اور سارے مجموعہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ گیارہ (۱۱) مرتبہ بنایا گیا:

پہلی تعمیر: فرشتوں کی، دوسری: آدم علیہ السلام کی اور کہا گیا ہے کہ ان کی تعمیر فرشتوں سے پہلے کی ہے....، تیسری: ان کے اولاد کی تعمیر، چوتھی: ابراہیم.....''۔

(افادۃ الانام، ج:۱، تیسرا باب، فصل اول، ص:۲۸۴، ۲۸۵، مطبوعہ مکتبۃ الاسدی، مکۃ المکرّمۃ)

مزید یہ کہ ایک حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو فرمایا کہ میں تیرے ساتھ ایک گھر اتارتا ہوں جس کے گرد طواف کیا جائے گا، جیسے میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اس کے گرد نماز پڑھی جائے گی جیسے میرے عرش کے گرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر طوفان کے زمانہ میں وہ گھر اٹھا لیا گیا اسی دوران انبیاء کرام اس کا قصد کرتے تھے....''۔(دیکھئے کتاب 'مجمع الزوائد'، ج:۳، ص:۲۶۱)۔ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ یہ حدیث امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی ''الترغیب والترہیب' میں بھی ہے۔

اسی طرح تفسیر کی کتابوں میں بھی یہ تفصیلی روایات نقل کی گئی ہیں۔ دیکھئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''الدر المنثور'' (ج:۱، ص: ۳۰۴-۳۳۱، اور ج: ۲، ص: ۲۶۵)، امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تفسیر جلالین'' (ص: ۶۲)، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تفسیر کبیر'' (ج:۳، ص: ۲۸۶)، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' (ج: ۲، ص: ۱۲۰)، امام سدی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تفسیر السدی الکبیر'' (ص:۱۸۲) وغیرہ وغیرہ۔



اب معترض ان کو بھی اپنی گندی زبان کا نشانہ بنائے اور ان کے حال پر بھی افسوس کرے۔

**اعتراض (۱۰):** 'فضائل اعمال' میں بہت سی بدعات کی ترغیب دی گئی ہے، مثلاً ایصال وثواب کرنا، مخصوص تعداد میں اذکار کرنا جو کہ حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔

**جواب:** یہ بھی معترض کا جھوٹ ہے۔ کتاب 'فضائل اعمال' میں بدعات کی ترغیب قطعاً نہیں دی گئی ہے۔ اب اگر معترض کا نظریہ ہی بدعات کے بارے میں الگ ہو تو کیا کیا جائے۔ ایصال وثواب کو ہی لے لیجئے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی کتاب 'الروح' میں اس کی تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ اور باقاعدہ اس نظریہ کے مخالفین کے اعتراضات کا ایک ایک کر کے جواب بھی دیا ہے۔(دیکھئے کتاب 'الروح'، ص:۱۴۵-۱۷۳) اسکے شروع میں اہل سنت کا اس بات پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ دو طور پر تو ثواب پہنچتا ہے۔ ایک اگر میت اپنی زندگی میں کسی ایسے کام کا سبب بنا ہو جس کا ثواب جاری رہے۔ دوسرے یہ کہ زندہ مسلمانوں کی دعائیں مردوں کے حق میں، ان کے حق میں ان کے استغفار، اسی طرح صدقہ اور حج کا ثواب بھی بالاتفاق پہنچتا ہے۔ اسکے بعد فرماتے ہیں۔

''بدنی عبادتوں میں انہوں نے (یعنی اہل سنت نے) اختلاف کیا ہے، جیسے روزہ، نماز، قرآن کی تلاوت اور ذکر، سو امام احمد (بن حنبل) اور جمہور سلف اس کے (یعنی ثواب کے) پہنچنے کے قائل ہیں....''۔('الروح'، ص:۱۴۵)

## اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''الاذکار'' میں لکھتے ہیں:

علماء کا اجماع ہے کہ میت کو دعا کا فائدہ پہنچتا ہے اور اس کا ثواب بھی....اور قرأۃ قرآن کے ثواب کے پہنچنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ شافعی مذہب اور بعض علماء میں مشہور نہ پہنچنا ہے۔ اور احمد بن حنبل اور علماء کی ایک جماعت اور بعض شوافع اس طرف گئے ہیں کہ ثواب پہنچتا ہے.....''۔('الاذکار'، ص:۲۵۲)

اسی طرح تفسیر اور شرح کی کتابیں بھی اس سلسلہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔لہٰذا معترض سوچے کہ یہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے؟

**اعتراض (۱۱):** 'فضائل اعمال' میں ہے کہ مدینہ کے ہزار سے زیادہ نام ہیں۔(دیکھئے 'فضائل اعمال' جلد دوم،ص:۱۴۴) حالانکہ یہ سوائے غلو کے کچھ نہیں۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

**جواب:** معترض نے پھر خیانت کی ہے اس لئے کہ 'فضائل اعمال' میں شیخ الحدیث نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں لکھی، بلکہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے لکھی ہے۔مزید یہ کہ امام ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''شرح الایضاح'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''....بعض متاخرین نے اس کے (مدینہ کے) ناموں کو ہزار تک پہنچادیا ہے، جوکہ اس کے صفات کے معانی سے استنباط کرکے کیا ہے....''۔

(''حاشیہ علی شرح الایضاح''،ص:۴۷۳،مطبوعہ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکۃ المکرّمۃ)

معترض کے مطابق یہ غلو ہے!!!! لیکن امام نووی کہتے ہیں:

''اور جان لو کہ ناموں کی زیادتی اس کی عظمت پر دلالت کرتی ہے....اور کسی بھی شہر کے اتنے نام نہیں جانے جاتے ہیں جتنے مکہ اور مدینہ کے ہیں کیونکہ وہ زمین پر سب سے بہتر ہیں''۔(''شرح الایضاح''،ص:۴۷۴)

اسکے علاوہ درج ذیل کتابوں میں مختلف نام مدینہ منورہ کے پائے جاتے ہیں:

''بہجۃ النفوس والاسرار....'' (ج:۱،ص:۲۹،مطبوعہ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز')

علامہ عبداللہ بن محمد بن عبدالملک المرجانی رحمۃ اللہ علیہ (م.۷۶۹ھ)،'کتاب تحقیق النصرۃ...' (فصل ثانی،ص:۴۲)، علامہ زین العابدین ابی بکر بن الحسین المراغی رحمۃ اللہ علیہ (م. ۸۱۶ھ)، المغانم المطابہ فی معالم طابۃ،(تیسرا باب ص:۲۶۱) امام مجد الدین محمد بن



یعقوب الفیروزابادی (۷۴۹-۸۱۷ھ، جو 'مرکز بحوث ودراسات المدینۃ المنورۃ'' کے زیر اہتمام چھپی ہے)۔وغیرہ وغیرہ۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۴-۹۲۲ھ) نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الوفا'' میں مدینہ کے نوے (۹۰) نام ذکر کئے ہیں۔(دیکھئے جز اول،ص:۱۹-۶۲)۔یہ کتاب ڈاکٹر محمد الامین محمد محمود احمد الجکنی (جو جامعۃ اسلامیۃ مدینۃ المنورۃ میں شعبہ تدریس کے رکن ہیں) کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

**اعتراض (۱۲):** 'فضائل اعمال' میں ایک ضعیف حدیث ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے'' کو بنیاد بنا کر امت کے اندر اختلاف کی ترغیب دی گئی ہے۔ حالانکہ اختلاف کو ختم کرکے امت کو ایک ہونے کی ضرورت ہے۔اس لئے کہ اختلاف توڑ ہے اور دین میں نقص ہے۔سنت ایک ہی ہے،اس لئے کہ نبی ﷺ ایک ہی ہیں اور وہ ایک ہی صراط مستقیم کا طریقہ لائے ہیں۔جب کہ فقہی مذاہب امت میں انتشار پیدا کرتے ہیں.....

**جواب:** معترض نے پھر جھوٹ بولا ہے۔'فضائل اعمال' میں اس حدیث کو نہیں نقل کیا گیا ہے۔ہاں علماء اہل حق کے اختلاف کو ضرور ذکر کیا گیا ہے۔لیکن شاید معترض کسی اور دین کا دعوے دار ہے،اسلئے کہ علماء کے اختلاف پر تو سب کا اتفاق ہے! شائد سادہ عوام کو دھوکا دینا آسان ہے۔لیکن حقیقت کو چھپانا آسان نہیں! پہلے دیکھتے ہیں کہ اس اختلاف کے بارے میں 'فضائل اعمال' نے کیا حقیقت بیان کی ہے۔ویسے تفصیل کیلئے 'فضائل تبلیغ' کے 'فصل سادس' (ص:۲۵-۲۸) کو دیکھا جاسکتا ہے:

''..علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے۔جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دے گا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے اگر اختلاف نہ کرے تو مداہن اور عاصی ہے۔(فضائل تبلیغ، ج:۱،ص:۲۸)

اب دیکھیں کہ دوسرے علماء کیا کہتے ہیں۔ اس کیلئے اس جگہ پر ہم صرف 'رابطہ عالم اسلامی (مکۃ المکرّمۃ) کی نویں (۹) قرارداد سے چند اقتباسات پیش کردیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس پر دستخط کرنیوالے بعض علماء کے نام بھی لکھ دیتے ہیں:

''دوسری نوعیت جو بعض مسائل میں فقہی اختلاف کی ہے، اس کے پس پشت کچھ علمی اسباب ہیں جن میں اللہ کی عظیم حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت کارفرما ہے۔ ساتھ ہی اسکی وجہ سے نصوص سے استنباط احکام کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوئی ہے۔

یہ اختلاف ایک نعمت اور عظیم قانونی فقہی سرمایہ ہے، جس نے امت مسلمہ کو اپنے دین وشریعت کی بابت انتہائی کشادگی وآسانی عطا کی ہے....''۔

لیکن معترض کے مطابق تو یہ دین میں نقص ہے امت میں توڑ کا سبب ہے؟؟

قرارداد میں آگے ہے:

''دوسری نوعیت کا یہ فقہی اختلاف ہمارے دین میں کوئی نقص یا تناقض نہیں رہا ہے اور نہ ہرگز اسے تناقض ونقص قرار دیا جاسکتا ہے..... یہ تو سراپا خیر ورحمت اور فی الواقع بندوں پر اللہ کی رحمت وشفقت اور نعمت ہے.....

لیکن اسلام کو اپنی آنکھوں میں کھٹکنے والا کانٹا سمجھنے والے دشمنان اسلام مسلم نوجوانوں، بالخصوص بیرونی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم طلبہ کی اسلامی ثقافت ومعلومات میں کمی کا استحصال کرتے ہوئے انہیں یہ باور کرانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ فقہی اختلاف بھی اعتقادی اختلاف کی مانند ظلم اور شریعت میں تناقض وتضاد ہے.....

جہاں تک دوسرے طبقہ کا تعلق ہے جو ان تمام مسالک ہی کو پس پشت ڈال دینا چاہتا ہے اور لوگوں کو ایک نئے اجتہاد کی دعوت دیتے ہوئے موجودہ فقہی مسالک (یعنی مذاہب اربعہ) اور ان کے ائمہ عظام کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ اور پیش



کردہ ان فقہی مسالک کی اہمیت وامتیاز اور ان کے ائمہ کی عظیم خدمات کے پیش نظر اس طبقہ کو چاہئے کہ اس ناپسندیدہ اور گھٹیا طرزعمل سے گریز کرے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرتا ہے اور انہیں ایسے نازک وقت میں منتشر کرتا ہے جس میں دشمنان اسلام کی خطرناک سازشوں کے مقابلہ میں پوری امت کو ایک جھنڈے تلے جمع ہوجانے کی سخت ترین ضرورت درپیش ہے''۔

('رابطہ عالم اسلامی، فقہی فیصلے' ص: ۲۰۵-۲۰۸)

## اس قرارداد پر دستخط کرنے والے بعض علماء یہ ہیں:

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (سابق مفتی اعظم سعودی عرب)، شیخ محمد بن عبداللہ بن السبیل (امام وخطیب مسجد الحرام، مکۃ المکرّمۃ)، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (سابق سکریٹری جنرل، رابطہ عالم اسلامی)، شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ آل فوزان، شیخ ابوالحسن علی ندوی وغیرہ وغیرہ۔

اب دیکھیں کہ معترض کے نظریہ کے بالکل خلاف بات یہاں ہوگئی!!! لیکن انشاء اللہ معترض کی ہمت نہیں ہوگی کہ ان علماء پر بھی کچھ وار کرسکے!!!

عوام سے ہماری گذارش ہے کہ ایسے دجال اور مکار لوگوں سے بچ کر رہیں اور ان کی ان احمقانہ باتوں کو خاموشی سے سننے کے بجائے منہ توڑ جواب دیں۔ اگر خود جواب نہ دے سکیں تو علماء حق سے رابطہ کریں۔ اللہ ہم سب کی ان فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین!

**اعتراض (۱۳)**: 'فضائل اعمال' میں بعض من گھڑت احادیث کو بنیاد بنا کر عوام میں یہ عقیدہ پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، اور وہ قبر میں دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہیں اور ان کی قبر کی زندگی برزخی نہیں ہے اور یہ کہ وہ حاضر ہونے والوں کا صلاۃ وسلام سنتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور

پریشانیوں میں مدد کرتے ہیں، یہ شرک اور کفر ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کو صحابہ نے دفن کیا تھا ان کی موت کے بعد۔ لہٰذا وہ ہر حال میں مردہ ہیں۔ دراصل یہ دیوبندی عقیدہ کی ترجمانی ہے، اسلئے کہ علماء دیوبند کے عقائد کی مستند کتاب 'المہند' میں صاف لکھا ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور یہ زندگی دنیاوی ہے، نہ کہ برزخی۔

**جواب:** معترض کو جھوٹ بولنے، جھوٹے الزامات لگانے اور صحیح باتوں سے غلط مطلب نکالنے میں کافی مہارت ہے! 'فضائل اعمال' میں کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا وصال نہیں ہوا اور وہ مرے نہیں ہیں۔ بلکہ خود شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی وفات کا کئی بار اسی کتاب میں تذکرہ کیا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشہور خطبہ بھی نقل کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے 'فضائل اعمال' ج:۱، حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم، ص: ۱۶۸، اور 'فضائل ذکر' باب دوم، ص: ۱۲۸-۱۳۰)، رہا ایسے واقعات تو یہ خرق عادات میں سے ہیں، اور اس سے قطعاً یہ مطلب نہیں نکالنا چاہئے کہ عقیدہ غلط ہے۔ اس جیسے واقعات اگر معمولی بزرگوں کو پیش آسکتے ہیں۔ تو حضور ﷺ کی ذات تو اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے! چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

''....سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ ایام حرہ میں نماز کے وقت میں نبی کریم ﷺ کی قبر سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے، اور یہ ایسے وقت میں ہوتا تھا کہ باقی آدمی چلے جاتے تھے اور مسجد ان کے سوا تمام آدمیوں سے خالی ہو جاتی تھی''۔ ('الفرقان....'، ص: ۲۱۷)

اب اس پر معترض کو اپنے اصول کے تحت یہ کہنا چاہئے کہ ''اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی موت کا انکار ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں اور اذان دیتے ہیں۔ اس لئے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کو نہیں پڑھنا چاہئے کیوں کہ اس سے لوگوں کے عقائد خراب ہونے کا ڈر ہے''! پر معترض کبھی بھی ایسا نہیں کرے گا۔ آخر صرف 'فضائل اعمال' سے دشمنی ہے؟



''.....صوفی حبیب الرحمٰن کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء المعصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خان شاہ کابل، پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی جی (قاضی سلیمان منصور پوری جو سیرت کی مشہور کتاب 'رحمۃ للعالمین' کے مصنف ہیں اور جماعت 'اہلحدیث' کے بڑے عالم ہیں) کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شائد ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو (قبر کے اندر سے ہاتھ باہر نکال کر!!!) ہاتھ سے پکڑ لیا اور (قبر ہی سے!!!) فرمایا سلیمان! بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں، بلکہ بیداری کا ہے (یعنی نہ خواب تھا، نہ کشف بلکہ حقیقت میں ایسا ہوا!!!)''۔ ('کرامات اہلحدیث'، ص: ۱۹، یہ مولانا عبد المجید سوہدروی کی تصنیف ہے جن کا شمار ان علماء اہلحدیث میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی تصنیفی خدمات سرانجام دی ہیں۔ (حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہلحدیث کی خدمات، ص: ۱۱۶)

رہا نبی ﷺ کا قبر اطہر میں زندہ ہونا اور صلاۃ وسلام سننا تو اس پر تو سب اہل سنت کا اتفاق ہے۔ مثلاً:

- علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (جو امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں:

''....اور ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، آپ ﷺ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے جسم کو زمین نہیں کھاتی۔ اور اس پر امت کا اجماع ہے''۔ ('القول البدیع'، ص: ۱۶۷)

● **علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:**

”نبی کریم ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں زندگی ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے اور اس حیات پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے“۔ (’شرح مواہب‘، ج:۵،ص:۳۳۴)

اسی طرح درج ذیل کتب میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ’فتاوی الکبریٰ‘ (ج:۵،ص:۱۳۵)، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی ’نیل الاوطار‘ (ج:۳،ص:۲۴۸)، حافظ احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ’ارشاد الساری‘ (ج:۶،ص:۴۷)، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ’طبقات الشافعیۃ‘ (ج:۳،ص:۴۵)، امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی ’المغنی‘ (ج:۳،ص:۵۸۸)، شیخ عبد القادر مکی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی ’حسن التوسل‘، (ص:۱۱۳)، علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی ’فتاوی شامی‘ (ج:۳،ص:۲۵۹)، امام ابوالمظفر الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ کی ’کتاب التبصیر‘، (ص:۳۹) وغیرہ وغیرہ۔

رہا مسئلہ اس حدیث کا جس میں یہ تذکرہ ہے کہ جو میری قبر پر سلام پڑھتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں.....، تو معترض کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ یہ حدیث من گھڑت نہیں ہے۔ اس حدیث کو درج ذیل علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ، علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، محدث زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا اللہ یار خان صاحب کی کتاب ’حیات النبی ﷺ‘)

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ ”...اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے“ اس حدیث کو مختلف طرق سے نقل کیا گیا ہے، جس میں ایک اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کو درج ذیل علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے:



امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، (مسند، ج:۴،ص:۸) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، (’سنن‘، حدیث: ۱۰۴۷)، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، (’سنن‘ ج:۳،ص:۹۱-۹۲)، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، (’سنن‘ حدیث: ۱۰۸۵)، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، (’مستدرک‘، ج:۱،ص:۲۷۸، ج:۴،ص:۵۶۰)، امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، (’صحیح‘ حدیث:۱۷۳۳)۔ (یہ تفصیل امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’جلاء الافہام‘ کی تحقیق سے نقل کی گئی ہے)

’جلاء الافہام‘ کے محقق اس کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ: راجح یہی ہے کہ اس طرق سے صحیح ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امام حاکم، امام ذہبی اور امام نووی نے صحیح لکھا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ’جلاء الافہام‘ ص:۳۶)

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صحت پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ (دیکھئے ’جلاء الافہام‘ ص:۳۶-۳۸) اس کے اخیر میں فرماتے ہیں:

”.....اور یہ کوئی بری علت نہیں ہے، کیوں کہ اس حدیث کے شواہد ہیں ابو ہریرہ، ابوالدرداء، ابوامامۃ، ابومسعود الانصاری، انس بن مالک اور حسن رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے نقل کردہ احادیث ہیں“۔ (’جلاء الافہام‘ ص:۳۸)

اسی طرح ایک اور حدیث میں اوپر والے ٹکڑے کے بعد اضافہ ہے کہ ”...پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے“۔ یہ حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور درج ذیل کتب میں ہے:

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ’سنن‘ (حدیث: ۱۶۳۷)، امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی ’ترغیب‘ (ج:۲،ص:۲۸۱)، علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی ’زوائد‘ (ج:۲،ص:۵۹) وغیرہ وغیرہ۔

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سند کے رجال ثقہ ہیں لیکن دو جگہ سے سند منقطع ہے۔ (یعنی حدیث مرسل ہے)۔

اس کا درجہ صحیح لغیرہ ہے...شیخ الالبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن سند منقطع ہے۔ (دیکھئے تحقیق 'جلاء الافہام' ص:۳۹)

اور اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے، جس میں ہے کہ جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو اللہ میری روح کو واپس کر دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سلام کا جواب دوں۔ اس حدیث کو درج ذیل علماء نے روایت کیا ہے:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ('مسند' ج:۲، ص:۵۲۷)، امام ابوداؤد رحمہ اللہ ('سنن' حدیث:۲۰۴۱)، امام بیہقی رحمہ اللہ ('سنن' ج:۵، ص:۲۴۵)، امام طبرانی رحمہ اللہ ('اوسط' حدیث:۳۱۱۶) وغیرہ۔

''....اور امام نووی نے کہا: اس کی سند صحیح ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام سیوطی رحمہ اللہ اس کی تصعیف کی...اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا اور اس سے حجت کی حافظ منذری رحمہ اللہ نے 'الترغیب والترہیب' میں....''۔ (جلاء الافہام، تحقیق حازالقاضی، ص:۲۱، مطبوعہ 'مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکۃ المکرمۃ)

اس حدیث کے بارے میں 'فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ' کے سعودی علماء کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور قابل حجت ہے۔ (دیکھئے 'فتاوی اللجنۃ الدائمۃ'، ج:۱، ص:۴۸۱)

☆ معروف حنبلی عالم امام عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی رحمہ اللہ (م. ۴۱۰ھ) نے ایک کتاب 'کتاب فیہ اعتقاد الامام الحنبل' کے نام سے لکھی جس میں انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال، عقائد سے متعلق جمع کئے۔ اس میں لکھتے ہیں:

''اور وہ فرماتے تھے: شہداء قتل ہونے کے بعد باقی رہتے ہیں اور اپنا رزق کھاتے ہیں، اور وہ فرمایا کرتے تھے: بیشک انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں....اور میت کو اس کا پتہ چل جاتا ہے جو اس کی زیارت کرتا ہے جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے.....''۔ (ص:۸۱-۸۳)



اسی طرح سماع موتی کے مسئلہ کے بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الروح' میں تفصیلی بحث اس سلسلہ میں کی ہے اور اس پر اعتراضات اور مخالف دلائل کا جواب دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے 'کتاب الروح' ص:۶۰-۶۱)

اور کتاب کے شروع میں عنوان 'کیا اموات کو زندوں کی زیارت اور ان کے سلام کا پتا چلتا ہے۔ یا نہیں؟' کے تحت فرماتے ہیں:

''....اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور ان سے آثار تواتر کو پہنچتے ہیں کہ میت کو زندہ کی زیارت کا پتہ چلتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔'' ('الروح' ص:۹)

رہے دوسرے واقعات پر اعتراض، سو اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ اور ایسے واقعات کی حقیقت بیان کی جا چکی ہے۔

رہا معترض کا یہ کہنا کہ یہ دیوبندی عقیدہ کی تبلیغ ہے جس کے مطابق نبی ﷺ قبر میں برزخی زندگی نہیں بلکہ دنیوی زندگی گذار رہے ہیں تو اس میں بھی معترض نے جھوٹ بولا ہے۔ کتاب 'المہند' کی پوری تفصیل اس مسئلہ میں پڑھنے سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ بات کیا ہے۔ لیکن معترض کو پتہ ہے کہ سادہ لوح عوام کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ 'المہند' کو پڑھیں!!! عوام کی اس سادگی کا وہ بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے، لیکن قیامت میں اس کا حساب دینا ہوگا اور ہمیں چاہئے کہ مسلمانوں کے عقائد کے خلاف جھوٹے الزامات کے ذریعہ کفر اور شرک کے احکامات جڑنے سے گریز کریں۔ مجبوراً ہم یہاں 'المہند' کی پوری تفصیل سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ ہماری ذمہ داری بھی پوری ہوجائے اور حق بات لوگوں کو معلوم ہوجائے۔ سوال یہ تھا کہ نبی ﷺ کی قبر کی زندگی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ کوئی خاص زندگی آپ ﷺ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی زندگی ہے؟ (یہ سوال ذہن میں رہے!!) جواب میں لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ (یہ نہیں کہا کہ وہ دنیاوی زندگی ہے بلکہ دنیاوی زندگی کی طرح ہے۔ آگے تفصیل دیکھیں) بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آں حضور ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو (جیسا کہ) حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو (اس سے صاف واضح ہوگیا کہ عقیدہ یہ ہے کہ ان کی زندگی خاص برزخی زندگی ہے۔ عام نہیں) چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ 'انباء الاذکیا، بحیاۃ الانبیاء' میں بتصریح لکھا ہے (یعنی یہ بات کوئی نئی نہیں ہے اور اپنی طرف سے نہیں ہے، بلکہ اہلسنت والجماعت کے علما نے یہ بات پہلے بھی کی ہے!!) چنانچہ فرماتے ہیں: ''کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہدا کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی۔ (اب کیا معترض ان علماء کو بھی اپنی گندی زبان کا نشانہ بنائے گا؟ اور کیا ان پر بھی الزام تراشی کرے گا؟؟؟) اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا۔ (جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے) اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے.....''۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنے کر برزخی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے.....''۔ ('المہند علی المفند' ص: ۳۲-۳۳)

اس تفصیل کو پڑھنے کے بعد بھی کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر میں جو زندگی حاصل ہے وہ برزخی نہیں دنیوی ہے؟ پھر بھی اگر کسی کو شبہ ہو تو اس کے لئے مزید وضاحت 'خلاصہ عقائد علماء دیوبند' (جو 'المہند' کے ساتھ چھپا ہے) میں کردی گئی ہے چنانچہ پیش لفظ میں 'قاضی مظہر حسین صاحب نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:



''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کے لئے جو بعض اکابر نے دنیوی حسی حیات کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ موت کے بعد ان کو من کل الوجوہ (ہر حیثیت سے) یہ دنیوی حیات حاصل ہے، بلکہ اس سے مراد عالم برزخ کی وہ حیات ہے جو ان کے ابدان میں ہے جو اس دنیا میں تھے، نہ یہ کہ ان کی حیات کا تعلق محض ان کے مثالی ابدان سے ہے، البتہ قبر میں ان کو اس دنیا کی غذا اور دوا کی حاجت نہیں ہے.....''۔ ('المہند' ص: ۱۴۸)

اب اس عقیدہ میں کیا بگاڑ ہے کہ نبی ﷺ یا دیگر انبیاء اور شہداء کو قبر میں جو زندگی حاصل ہے وہ عام مسلمانوں یا عام لوگوں کی طرح نہیں ہے؟

**اعتراض (۱۴):** 'فضائل اعمال' میں جمعہ کے دن کثرت سے نبی ﷺ پر درود وسلام کی ترغیب دی گئی ہے۔ (دیکھئے فضائل درود ص: ۳۸)

حالانکہ اس کی کوئی صحیح اصل نہیں ہے اور یہ گمراہ صوفیوں کا غلو ہے۔ نبی ﷺ پر کثرت سے درود کبھی بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اسکی کثرت کو خاص وقت کے ساتھ مخصوص کردینا گمراہی ہے اللہ محفوظ رکھے۔

**جواب:** اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی پاک ﷺ پر ہمیشہ کثرت سے درود وسلام پڑھنا چاہئے۔ لیکن یہ کہنا کہ خاص اوقات متعین نہیں ہیں، صریح جہالت اور خود گمراہی اور نادانی ہے۔ اعتراض نمبر (۱۳) کے تحت جو احادیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہیں، ان دونوں کے شروع میں ہے: ''.....سو اس (دن) میں میرے اوپر صلاۃ میں کثرت کیا کرو.....'' اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ والی حدیث کے شروع میں ہے: ''.....جمعہ کے دن میرے اوپر صلاۃ بھیجنے میں کثرت کیا کرو.....''۔ دونوں حدیثوں کی بابت تفصیلی بحث اوپر گذر چکی ہے۔

اب خود معترض بتائے کہ غلو کا شکار کون ہے؟

**اعتراض (۱۵):** 'فضائل اعمال' میں صلاۃ التسبیح کے بارے میں ترغیب دی گئی ہے۔ (دیکھئے 'فضائل ذکر'، ص: ۱۶۹-۱۷۶) حالانکہ اس نام کی کوئی نماز نہیں ہے۔اوراس کی حدیثیں ضعیف اور من گھڑت ہیں اوراس کا پڑھنا بدعت ہے۔

**جواب:** یہ بھی صرف معترض کی جہالت ہے اورفن حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔صلاۃ التسبیح کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے بعض کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہوجائے اور یہ بھی واضح ہوجائے کہ شیخ الحدیث ؒ اس کی ترغیب میں اکیلے نہیں ہیں!

امام دارقطنی ؒ (م.۳۸۵ھ) کی 'صلاۃ التسبیح'، حافظ سمعانی ؒ (م.۵۶۲ھ) کی 'فضائل صلاۃ التسبیح'، حافظ ابوموسیٰ المدینی ؒ (م.۵۸۱ھ) کی 'تصحیح حدیث التسبیح'، علامہ سبکی ؒ (م.۷۷۱ھ) کی 'الترشیح لصلاۃ التسبیح'، حافظ ابن ناصرالدین دمشقی ؒ کی 'الترجیح لصلاۃ التسبیح'، حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ (صاحب 'فتح الباری' م.۸۵۲ھ) کی جزء 'امالی الاذکار'، امام سیوطی ؒ (م.۹۱۱ھ) کی 'التصحیح لصلاۃ التسبیح' وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح درج ذیل علماء اس نماز کے پڑھنے میں کم سے کم کوئی حرج نہیں سمجھتے اور (معترض کی طرح) بدعت نہیں سمجھتے بلکہ اکثر اس کو مستحب سمجھتے ہیں: امام حاکم ؒ، حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ، امام دارقطنی ؒ، امام نووی ؒ، امام ابن الصلاح ؒ، امام بیہقی ؒ، امام سبکی ؒ، حافظ العلائی ؒ، امام ابن علان ؒ، امام سراج الدین البلقینی ؒ، امام الزبیدی ؒ، علامہ زرکشی ؒ، حافظ ابن حجر الہیثمی ؒ، امام سیوطی ؒ، امام ابن قدامہ الحنبلی ؒ، علامہ ابن عابدین شامی ؒ، علامہ بزدوی ؒ وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ: اوپر کی تفصیل علامہ خطیب بغدادی ؒ کی کتاب 'ذکر صلاۃ التسبیح' کے محقق ڈ.ایمان علی العبدالغنی (استاذ قسم الحدیث والتفسیر، جامعۃ الکویت) نے اس کتاب کے شروع میں نقل کی ہیں۔)



صلاۃ التسبیح کی ترغیب میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، مثلاً 'فضائل ذکر' میں اس باب میں سب سے پہلی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ والی ہے۔اس حدیث کو درج ذیل علماء نے ذکر کیا ہے:

امام بخاری ؒ ('جزء القراۃ' ۱۵۸)، امام ابوداؤد ؒ ('سنن' ۱۲۹۷)، امام ابن ماجہ ؒ ('سنن' ۱۳۸۷)، امام ابن خزیمہ ؒ ('صحیح' ۱۲۱۶)، امام طبرانی ؒ ('کبیر' ج:۱۱، ص: ۲۴۳-۲۴۴)، امام حاکم ؒ ('مستدرک'، ج:۱، ص: ۳۱۸)، امام بیہقی ؒ ('دعوات الکبیر' اور 'سنن' ج:۳، ص: ۵۱-۵۲)، علامہ خطیب بغدادی ؒ ('صلاۃ التسبیح'، ص: ۵۷) وغیرہ اور یہ حدیث کم سے کم حسن درجہ کی ہے۔

اس باب میں مختلف طرق سے روایات نقل کی گئی ہیں۔ کچھ حسن کچھ ضعیف، لیکن مجموعی طور پر درجہ صحیح کو پہنچتا ہے۔اور متابعات اور شواہد کی وجہ سے قابل حجت ہوجاتی ہیں۔

## علامہ منذری ؒ فرماتے ہیں:

"یہ حدیث (صلاۃ التسبیح والی) بہت سے طرق اور صحابہ کی جماعت سے روایت کی گئی ہے۔ جیسا کہ عکرمہ کی یہ حدیث ہے اور اس کو صحیح کہا ہے علماء کی ایک جماعت نے جن میں حافظ ابوبکر الآجری ؒ، اور ہمارے شیخ ابومحمد عبدالرحیم المصری ؒ، اور ہمارے شیخ ابوالحسن المقدسی ؒ ہیں۔ ابوبکر بن ابی داؤد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ صلاۃ التسبیح کے باب میں اس سے صحیح حدیث کوئی نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں: اس باب میں کوئی حدیث اس سے اچھی سند سے مروی نہیں ہے یعنی عکرمہ کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے"۔ ('الترغیب والترہیب' ج:۱، ص:۴۶۸)

اور حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں:

''دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قرآنی سورتوں کے فضائل میں سب سے صحیح قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (کے بارے میں روایات ہیں) اور نماز کی فضیلت میں سب سے صحیح صلاۃ التسبیح (کے بارے میں روایات ہیں)....'' ('التلخیص' ج:۲،ص:۷)

**اعتراض (۱۶):** اس کتاب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کئی غیر صحابی (مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے ناموں کے ساتھ 'رضی اللہ عنہ' لکھتے ہیں حالانکہ یہ جائز نہیں ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ لقب خاص صحابہ کے لئے مختص ہے۔ جس طرح 'علیہ السلام' نبیوں کے لئے۔

**جواب:** یہ بھی معترض کی کم علمی کی دلیل ہے۔ خود اللہ فرماتا ہے: (ترجمہ)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور کئے بھلے کام، وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر۔ بدلہ ان کا ان کے رب کے یہاں باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو، نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں، رہیں گے ان میں وہ ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ ملتا ہے اس کو جو ڈرا اپنے رب سے''۔ (سورۃ البینۃ:۸)

نیز مشہور تفسیر 'جلالین' میں سورہ توبہ کی آیت ۱۰۰ کی تفسیر میں ہے:

''اور سابقون الاولون جو مہاجرین اور انصار میں سے ہیں اور وہ شہداء بدر یا سارے صحابہ ہیں اور جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں قیامت تک نیکی کے ساتھ عمل میں، اللہ راضی ہوا ان سے ان کی اطاعت سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اس کے ثواب سے....''۔ (ص:۲۰۳، نیز دیکھئے تفسیر 'جلالین' ص:۵۴۵، اور ص:۵۹۹)

اسی طرح درج ذیل معتبر تفسیروں میں اس طرف اشارہ موجود ہے، والحمدللہ:

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م.۷۷۴ھ) کی 'تفسیر القرآن العظیم'، ج:۱۴،ص:۴۲۵)، امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ، (م.۳۱۰ھ) کی تفسیر 'جامع البیان'، ج:۱۱،ص:۲۴۴-۲۴۵، ج:۱۴،ص:۴۳۴-۴۳۹، ج:۲۲،ص:۴۹۳-۴۹۵، ج:۲۴،



ص:۵۵۶-۵۵۷)، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م.۶۷۱ھ) کی تفسیر 'الجامع لاحکام القرآن'، ج: ۶، ص: ۳۷۹-۳۸۱، ج: ۸، ص: ۲۳۸، ج: ۱۷، ص: ۳۰۸، ج: ۲۰، ص: ۱۴۵-۱۴۶)، امام ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ، (م.۷۴۵ھ) کی تفسیر 'البحر المحیط'، ج:۴،ص:۶۸، ج:۵،ص:۹۶) وغیرہ وغیر۔

● نیز امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'صفۃ الصفوۃ' میں بہت سے غیر صحابی کے تذکرہ کے بعد 'رضی اللہ عنہ' لکھا ہے۔ مثلاً تابعی علی بن حسین بن علی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ''اور وہ بقیع میں دفن کئے گئے اور انہوں نے ۵۸ سال کی عمر پائی، رضی اللہ عنہ'' ('صفۃ الصفوۃ'، ص: ۳۲۸)۔ اسی طرح علی بن عبداللہ بن عباس کے تذکرہ میں ('صفۃ الصفوۃ' ص:۳۳۱) وغیرہ وغیرہ۔

● اسی طرح معروف ''اہلحدیث' عالم نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب 'التاج المکلل' میں بہت سے غیر صحابہ کے تذکرہ کے ساتھ 'رضی اللہ عنہ' لگایا ہے۔ مثلاً اپنے والد کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: ''اور وہ پیدا ہوئے 'رضی اللہ عنہ' سن ۱۲۱۰ھ میں....''۔ (ص:۲۹۷) نواب صاحب کے والد یقیناً صحابی رسول نہ تھے!!!

ماضی قریب کے معروف سعودی عالم شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جبرین رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتوے میں فرماتے ہیں:

''اور جائز ہے اس کا استعمال صالحین اور عبادت گزار نیک لوگوں کے لئے اور پرہیزگار علماء، تابعین اور تبع تابعین اور امام اور علماء امت کے حق میں جو اہل سنت میں سے ہیں۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ اور علماء اہل سنت والجماعت۔ لیکن علماء کی اصطلاح میں اس کی صحابہ کے لئے تخصیص مشہور ہے.... لیکن غیر صحابی کے لئے استعمال کو وہ منع نہیں کرتے ہیں....''۔ (فتوی نمبر:۳۶۸۰)

بس دعا ہے کہ اللہ معترض کو عقل بھی دے اور کتاب وسنت کا صحیح علم بھی دے، آمین

**اعتراض (۱۷)**: 'فضائل اعمال' میں تسبیح متعارف (جو عام طور پر دھاگے میں پروئے ہوئے دانے ہوتے ہیں اور عربی میں جس کو 'السبحہ' یا 'المسبحہ' کہتے ہیں) کے جواز پر شیخ الحدیث صاحب نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ (دیکھئے 'فضائل ذکر' ص: ۱۶۳-۱۶۵)، جب کہ علماء حق کے نزدیک یہ سراسر بدعت اور گمراہی ہے اور اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی اصل ہمیں ملتی ہے اور یہ غالی اور گمراہ صوفیوں کی ایجاد ہے۔ بلکہ اذکار کو صرف انگلیوں پر گننا چاہئے۔ اور اس طرح کی بدعت کو پھیلانا اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔

**جواب**: حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے کوئی بات 'تسبیح' کے بارے میں نہیں گھڑی ہے۔ بلکہ علماء کے اقوال کو پیش کیا ہے اور سب سے پہلے خود حضور ﷺ کی حدیث پیش کی ہے۔ اب معترض کو اگر اندھے پن کی بیماری ہے تو حضرت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس حدیث کو (جس میں ہے کہ حضور ﷺ ایک عورت کے پاس پہنچے جس کے سامنے بہت سے دانے تھے جن پر وہ تسبیح پڑھتی تھیں.....) درج ذیل علماء نے ذکر کیا ہے: امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ('کتاب الصحیح'، م.۸۳۷)، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، ('المستدرک' ج:۱، ص: ۵۴۷-۵۴۸)، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ('سنن' ص: ۱۵۰۰)، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ('سنن' ص: ۳۵۶۸)، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ('عمل الیوم واللیلۃ' ص: ۳۹۵۴)، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ('شرح السنۃ' ص: ۱۲۷۹) وغیرہ۔

امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند کے رجال (یعنی راوی) صحیح کے راوی ہیں سوائے خزیمہ کے، کہ نہ تو اس کے نسب کا پتہ ہے نہ ہی اس کے حال کا، اور اس سے سوائے سعید بن ابی ہلال کے اور کسی نے نہیں روایت کیا ہے۔ لیکن امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی 'الثقات' میں ان کا تذکرہ



کیا ہے، جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ ان راویوں کا تذکرہ کرنے کی جن پر کوئی جرح نہ کی گئی ہو اور نہ ہی ان سے منکر روایت منقول ہو اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور اسکی شاہد ہے ابوامامۃ الباہلی کی حدیث"۔ (دیکھئے تحقیق یوسف علی بدیوی 'الاذکار' ص: ۶۵، مطبوعہ، 'دار ابن کثیر')

نیز امام نووی لکھتے ہیں: "امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے"۔ ('الاذکار' ص: ۵۶) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے علامہ محمد بن علان الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ، (م. ۱۰۵۷ھ) کی 'الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ'، ص: ۲۴۴-۲۵۲)، نیز انکا خاص رسالہ اس مسئلہ پر 'ایقاد المصابیح المشروعیة اتخاذ المسابیح' قابل مطالعہ ہے۔

معروف سعودی عالم شیخ صالح بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں انگلیوں پر اذکار کے گننے کو اولیٰ اور افضل بتایا ہے مگر ساتھ ساتھ 'السبحہ' یا 'المسبحہ' (یعنی تسبیح متعارف) کے بدعت ہونے کی تردید کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "سبحۃ" (یعنی تسبیح متعارف) دین میں بدعت ہرگز نہیں ہے اور وہ اس لئے کہ انسان کا مقصد اس سے اللہ کی عبادت کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف تسبیح یا تہلیل یا تحمید یا تکبیر کا شمار کرنے کیلئے اس کا استعمال کرتے ہیں اور یہ ذریعہ اور وسیلہ ہے (بذاتہ) مقصود نہیں....." آگے انگلیوں پر شمار کرنے کی افضلیت سمجھاتے ہوئے اخیر میں پھر فرماتے ہیں: "....اور اسکے ساتھ ساتھ (واضح رہے) کہ 'مسبحہ' پر تسبیح کا گننا دین میں بدعت نہیں شمار کی جا سکتی....."۔ (دیکھئے فتاویٰ علماء الحرمین الشریفین، ص: ۵۳۳-۵۳۴، اور دیکھئے 'فتاویٰ علما البلد الحرام'، ص: ۴۱۱-۴۱۲)

اب کیا معترض ان کو بھی اپنی گندی زبان کا نشانہ بنائے گا؟ اور کیا ان پر بھی بدعت کو پھیلانے کا الزام لگائے گا؟!!! یا صرف 'فضائل اعمال' اور 'تبلیغی جماعت' سے نفرت ہے؟؟

**اعتراض (۱۸)**: 'فضائل اعمال' میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھی، حالانکہ یہ سنت کے خلاف عمل ہے اور

امام صاحب کے مقلدین نے یہ باتیں غلو میں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، اسی طرح ان کو امام اعظم کہنا بھی غلط ہے، جب کہ امام اعظم صرف رسول اللہ ﷺ ہیں۔

**جواب: اعتراض نمبر (۱۸)** پر بھی اس قسم کے اعتراض کا جواب گزر چکا ہے۔ یہ بھی معترض کی جہالت اور حماقت ہے۔ سلف صالحین میں ہزاروں بزرگان دین ایسے رہے ہیں جنہوں نے عبادات اور ریاضات میں اپنی عمر لگا دی تھیں، علماء اہل سنت نے کبھی ان کو طعن کا نشانہ نہیں بنایا۔ نہ ہی ان کو مخالف سنت قرار دیا، نہ ہی ان کی تعریف کرنے والوں پر غلو کا الزام لگایا، معترض کی جہالت پر افسوس کہ وہ ایسی باتیں کرتا ہے۔

ذیل میں صرف مثال کے طور پر امام ذہبی کی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' سے چند حالات اسلاف کے ذکر کرتے ہیں:

● معروف تابعی وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں: مثنیٰ بن صباح فرماتے ہیں کہ انہوں نے بیس سال ایسے گزارے کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ (''تذکرۃ الحفاظ''، ج:۱، ص:۱۰۱)

اب اگر بیس سال پڑھنا غلو نہیں ہے اور سنت کی مخالفت نہیں یہ تو چالیس کیوں؟ کیا صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نفرت ہے؟ اور کیا صرف احناف اور فضائل اعمال سے ہی عداوت ہے؟ امام ذہبی پر کیا معترض وہی اعتراضات کر سکتا ہے جو احناف پر کرتا ہے؟

● معروف محدث اور تابعی ابواسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ: احمد بن عمران اخنسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا کہ میں نے ابواسحاق کو کہتے ہوئے سنا کہ چالیس سال سے میری آنکھوں نے پلک بھی نہیں جھپکا ہے۔ (یعنی سویا نہیں)۔ (''تذکرۃ الحفاظ''، ج:۱، ص:۱۱۵)



● صفوان بن سلیمؒ فقیہ تابعی ہیں ان کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: ابن عیینہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: صفوان نے قسم کھائی تھی کہ اپنا پہلو زمین سے نہیں لگائیں گے یہاں تک کہ ان کی موت آجائے۔ چنانچہ تیس سال تک ان کا یہی حال تھا اور بیٹھنے کی ہی حالت میں انتقال ہوا۔ (''تذکرۃ الحفاظ''، ج:۱، ص:۱۳۴)

## اب اس طرح کی قسم کھانا کیا سنت سے ثابت ہے؟

● منصور بن معتمر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں ان کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ:.... منصور نے چالیس سال تک مسلسل روزہ رکھا اور چالیس سال تک کی یہ پوری مدت رات بھر نماز پڑھتے گزاری، اور پوری رات رویا کرتے تھے۔

(''تذکرۃ الحفاظ''، ج:۱، ص:۱۴۲)

● سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں ان کے بارے لکھا ہے کہ: معتمر فرماتے ہیں: کہ میرے والد کا چالیس سال تک یہ حال تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے.... پورا سال سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے پڑھتے تھے۔ (''تذکرۃ الحفاظ''، ج:۱، ص:۱۵۱)

● اخیر میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ اس طرح کے معمولات کا تذکرہ کرنا بیجا نہ ہوگا: ''....اور وہ دن رات میں صرف ایک وقت عشاء کے بعد کھاتے تھے اور سحر کے وقت سحری کے لئے کچھ پی لیتے تھے.....اور کسی سے ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے....اور دو سال ایسے گزارے کہ اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا....''۔ (یہ تفصیل امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الفتح المبین بشرح الاربعین''، مطبوعہ دار المنہاج جدہ بحوالہ، ''المطالب العلیہ فی طبقات الشافیۃ'' سے لی گئی ہے)۔

اب معترض امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو مخالف سنت اور بدعتی کیوں نہیں کہتے؟ رہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم نہ کہنا، اسلئے کہ صرف اللہ کے رسول ﷺ سب سے بڑے

امام ہیں، یہ بھی معترض کی کم عقلی ہے، دیکھئے ہم سب اہل سنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر کہتے ہیں، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم کہتے ہیں.....اب معترض کے اصول کے مطابق سب سے بڑے صدیق تو اللہ کے رسول ﷺ ہی ہونے چاہئے۔ اسی طرح سب سے بڑے حق و باطل میں فرق کرنے والے اللہ کے رسول ﷺ ہی ہونے چاہئے۔ لہٰذا یہ القاب بھی ان صحابہ کے لئے نہ استعمال کئے جائے؟ واضح رہے کہ خود امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں جگہ جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم کے لقب کے ساتھ ذکر کیا، اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی 'تذکرۃ الحفاظ' میں امام صاحب کو امام اعظم کے لقب سے ذکر کیا، آخر معترض ہی کیوں اس کی مخالفت پر تلا ہوا ہے؟ کیا یہ نفرت اور بغض کی دلیل نہیں ہے؟

معترض کو چاہئے کہ جہالت کی تنگ وادیوں سے نکل کر علم کے اجالے میں زندگی بسر کرے اور امت کے اندر انتشار اور توڑ پیدا کرکے اپنی آخرت برباد نہ کرے، نیز سادہ لوح عوام سے بھی گذارش ہے کہ ایسے دجال اور خائن لوگوں سے اپنے آپ کو اور اپنی نسل کو بچائیں جو 'توحید و رسالت' اور 'قرآن وسنت' اور 'علم' کے لبادے میں امت کو گمراہ کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ساری امت کی حفاظت فرمائے۔ اور سارے مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ اور دین پر عمل کرتے ہوئے اسے ساری دنیا میں پھیلانے کی فکروں میں قبول فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .



شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

## کی مزید تالیفات

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت | جلد اول و دوم (سوم زیر طبع) |
| ۲ | انوار السالکین | |
| ۳ | انوارِ طریقت | |
| ۴ | تصوف کی حقیقت | |
| ۵ | سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ | |
| ۶ | مفتاح الصلوٰۃ | |
| ۷ | ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ | دو جلدیں |
| ۸ | سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ | |
| ۹ | پیارے نبی کی پیاری دعائیں | |
| ۱۰ | خطباتِ رحیمی | دس جلدیں |
| ۱۱ | خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام | دس جلدیں |
| ۱۲ | تفسیری خطباتِ حبان | دو جلدیں |
| ۱۳ | خطباتِ رمضان المبارک | چار جلدیں |
| ۱۴ | طالبات تقریر کیسے کریں؟ | دس جلدیں |
| ۱۵ | خواتین کے لئے منتخب تقاریر | |
| ۱۶ | خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر | |
| ۱۷ | مستورات کے لئے انقلابی تقاریر | |
| ۱۸ | الحب النبی ﷺ | |
| ۱۹ | زیاراتِ حرمین شریفین | |
| ۲۰ | مجالسِ رحیمی | |

٢١ فیضانِ گنگوہی ؒ

٢٢ اسرارِ طریقت (زیرِ طبع)

٢٣ انجمن دیندار چن بسویشورا مسلمان نہیں

٢٤ رمضان المبارک کے مسائل وفضائل

٢٥ امت کے روشن چراغ — تین جلدیں

٢٦ گناہوں کے انبار — دوجلدیں

٢٧ اسلام میں عورت کی عظمت — دوجلدیں

٢٨ فضائل اعمال کی فضیلت واہمیت

٢٩ صحت مند زندگی کے راز

٣٠ مجرباتِ حبانی


☆☆☆

# تفسیری خطباتِ حبان

"تفسیری خطباتِ حبان" قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادی ؒ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال ؒ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جابجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساطِ تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادراہ ہے۔ قیمت:..............



# خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت

خواب ایک حسین ودلکش منظر ہے جسے دیکھ کر انسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔ طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا "خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت" مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دوجلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند ومجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جابجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔ لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر ان کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کر دیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ "خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت" (اول ودوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کرسکیں گے۔ قیمت:..............

# خطباتِ رمضان المبارک

خوشخبری ہے خطباء وواعظین اور قدردان رمضان المبارک وجویان برکات وفضائل ماہ صیام کیلئے کہ رمضان المبارک کی فضیلت وفرضیت اوراہمیت، روزہ، تراویح، تہجد، سحراورتلاوت قرآن کے فضائل، زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اور اعتکاف کے اہتمام اور دیگر مضامین جو ماہِ مقدسہ کے اعمال کی ترغیب وترقی، قرآن وسنت کے سرچشمے سے مستند واقعات وقصص، امثال ودلائل سے مزّین ہے ''خطباتِ رمضان المبارک'' کے نام سے چارجلدوں پر مشتمل مکتبہ طیبہ نے شائع کی ہے۔ وہ خطباء جواپنے خطاب اور بیان میں دقیق اورمشکل الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اوراپنے بیان کو عام فہم رکھنا چاہتے ہیں یا ماہِ رمضان سے متعلق تمام فضائل ومسائل، دلائل وواقعات اورعبادات، اوامرونواہی کوایک ہی کتاب میں یکجا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ''خطباتِ رمضان المبارک'' جو عام فہم اردو زبان میں ترتیب دی گئی ہےان کیلئے انشاءاللہ تعالیٰ انتہائی مفید ثابت ہوگی۔اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام خطبات میں قریباً ہرصفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی ہیں تاکہ مضامین اورموضوعات کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ یہ خطبات حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹرحکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیرکامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کی وہ تقاریر ہیں جو مرکزی جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ بنگلورودیگرمساجد میں رمضان المبارک کے مختلف موقعوں پر کی گئی ہیں۔☆

قیمت:..................



# خطباتِ رحیمی

**دو ہزار صفحات پر مشتمل مکمل دس جلدیں**

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹرحکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیرکامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کے ان اصلاحی وتبلیغی تقاریر کا مجموعہ ہے جو 1989ء میں دارالعلوم محمدیہ کی مرکزی جامع مسجد گنگونڈہلی کے سنگ بنیاد کے بعد نمازِ جمعہ سے قبل کی گئیں ہیں،عوام وخواص میں آپ کے ان خطبات کی مقبولیت کی بنا پر جنہیں ڈاکٹرمحمد فاروق اعظم قاسمی نے یکجا کرکے ائمہ مساجد خطباء حضرات کے لئے ایک ایسا مجموعہ ترتیب دیا ہے جو اختلافات سے بالاتر مختلف موضوعات پر مشتمل جہاں عالمانہ، ناصحانہ دلائل ومسائل سے مستنبط واثرآفرینی سے بھی لبریز ہے وہیں عام فہم اورآسان زبان کا استعمال کیا گیا ہے، جگہ جگہ دلچسپ واقعات شامل کئے گئے ہیں تاکہ عوام وخواص یکساں مستفید ہوسکیں۔

''خطباتِ رحیمی'' میں ہرتقریر کی ابتداء میں موضوع کے لحاظ سے ایک شعر، عربی عبارات پراعراب اور ہر ہرصفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی گئی ہیں تاکہ موضوع کے انتخاب میں آسانی اورمطالعہ میں نشاط برقراررہے۔خطباء ومقررین، مدرسین وطالبین کے لئے دس جلدوں میں دوہزارصفحات پر مشتمل یہ خطبات ایک ایسا مجموعہ ہیں جس میں وہ اپنی تمام ترتشنگی بجھاسکتے ہیں۔

قیمت:..................

# فیضانِ گنگوہیؒ

''فیضانِ گنگوہیؒ'' امام ربانی قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ اور آپ کے سجادہ نشین حضرت الحاج عارف باللہ قلندر زماں مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی (خلیفہ ومجاز اول پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ وخلیفہ ومجاز دوم حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ) کا مرتب کردہ ایسا مجموعہ ہے جس میں قلندر زماں کے حالات وواقعات، اقوال واذکار، مجالس مبارکہ اور آپ کے اصلاحی، تبلیغی، سیاسی اور علمی وعملی پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے جس سے عوام وخواص اب تک ناواقف تھے۔ قارئین کے لئے یہ سوانح ایک ایسا دستاویز ہے جس میں عارف باللہ حضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ اپنے دادا امام ربانی قطب ارشاد حضرت گنگوہیؒ کا پورا پورا عکس نظر آتے ہیں، اور آپؒ نے حضرت گنگوہی کی زندگی کو عملاً دہرایا کر بتایا ہے کہ زندگی سے رموز واسرار اور گوہر نایاب کیسے چنے جاتے ہیں۔

قیمت: ..........................

ملنے کا پتہ



# زیاراتِ حرمین شریفین

''زیاراتِ حرمین شریفین'' ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد ووظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقۂ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

قیمت: ..........................

ملنے کا پتہ